خواجہ صاحب کی کتاب سے جن لوگون کے قلوب مین کچھ شبہات پیدا ہوگئے ہون اُنکی ہدایت کے لئے اس کتاب کی ضرورت تھی قیمت ۸ر پتہ منیجر ہلالی پریس دہلی،

آموزگار پارسی شمس العلما مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم نے ہندیوں کے لئے جدید فارسی کی تعلیم کی غرض سے اس کتاب کو تصنیف کیا تھا، اس کے تین حصے ہیں، ابتدا سے ۲۸ اسباق تک ضروری محاورات اور روزمرہ کی مشق ہے، ۲۹ سے ۴۵ اسباق تک باہمی مکالمہ کی مشق کرائی ہے اس کے بعد ۸ فصلوں میں واقعات نگاری اور انشاپردازی کی مشق ہے، جناب آغا محمد طاہر صاحب نے اس کتاب کو شایع کیا ہے کاش ان تینوں حصوں کو تین عنوانات کے ماتحت تقسیم کردیا گیا ہوتا تو بہتر تھا، ۴۴ ویں سبق کے بعد ایک عنوان ہے "گفتگوِ متفرق"، اس کو ۴۵ واں سبق ہونا چاہئے۔

تصحیح کنندہ صاحب نے ہر جگہ "دُوُم"، اور "سوم"، کو دوُم اور سوُم رہنے دیا ہے صفحہ ۱ پر درس سوم کے بجائے درس سیم لکھا گیا ہے یہ فروگذاشتیں بہت زیادہ اہم نہیں لیکن اصل غرض بچوں کی تعلیم ہے اس لئے یہ معمولی فروگذاشتیں بھی نہایت اہم ہوجاتی ہیں، کتاب کی خوبیوں کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ یہ مولانا محمد حسین آزاد کی تصنیف ہے قیمت ۱۲ر پتہ اکبری منڈی لاہور،

طب قدیم وجدید کی معرکۃ الآرا علمی جنگ، حکیم محمد کبیر الدین صاحب پروفیسر طبیہ کالج دہلی سے علم دوست طبقہ ناواقف نہین، فن طب مین آپنے مختلف کتابون کا ترجمہ اور مستقل تصنیفین شایع کی ہین، یہ رسالہ آپ ہی کی تصنیفات سے ہے، اس رسالہ مین طب یونانی کے طریقۂ علاج اور جدید طب کا مقابلہ کیا گیا ہے، اس کتاب پر حقیقی تنقید ایک ماہر طب کرسکتا ہے، ہم تو صرف اس قدر کہہ سکتے ہین کہ حکیم صاحب نے جو کچھ لکھا ہے بظاہر اس مین حق بجانب ہین، یہ رسالہ جناب حکیم سید مخدوم اشرف صاحب ناظم انجمن مشرقی الاطبائے جنوبی ہند کے چند سوالات کا جواب ہے، قیمت ۶ر پتہ:- کتب خانہ المسیح قرول باغ دہلی

مجلد سیزدہم	ماہ صفر سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء	عدد سوم

مضامین

معذرت

افسوس ہے کہ اڈیٹر صاحب سخت ملیریا مین مبتلا ہین، اس لیے پرچہ تعویق کے ساتھ اور مجبوراً بغیر شذرات کے شایع ہوتا ہے، ناظرین معاف فرمائین،

"منیجر"

مقالات

پیامِ امن کا ایک باب

اِسلام اور امن

ہمارے دوست مولوی عبد الماجد صاحب بی اے "پیام امن" کے نام سے موسیو رچرڈ پال کی ایک تصنیف کا ترجمہ اور تلخیص کر رہے تھے جس کے چند ابواب کبھی معارف مین شایع ہو چکے، ہمارے دوست نے اِس ترجمہ و تلخیص کے علاوہ تبصرہ کے عنوان سے چند نئے ابواب آخر مین بڑھائے ہین۔

جن مین مسیحیت اور امن اور اسلام اور امن کے دو بڑے ابواب ہین، ذیل مین ہم دوسرے باب کے کچھ ابتدائی صفحات نذر ناظرین کرتے ہین، جن سے اون کو کتاب کی نوعیت اور حسن و خوبی کا اندازہ ہوگا[۱]،

مسیحیت کے جو احکام امن سے متعلق ہین، اون کی تصریح گزر چکی، لیکن اوس مذہب کی اِس باب مین کیا تعلیم ہے، جس کے پیروؤن کی تعداد، کہا جاتا ہے کہ دنیا مین اِس وقت تیس کروڑ ہے، جس کا نام "عقلائے یورپ" نے مذہب شمشیر رکھا ہے جس کے متعلق دانایانِ فرنگ کا دعویٰ ہے کہ وہ قتل و خونریزی کا معلم ہے اور جس کے یہان جہاد ایک فریضۂ مذہبی کی حیثیت رکھتا ہے، جس امت کے پیمبر نے بار ہا خود جہاد کیا ہو، جس شریعت نے مقاتلۂ کفار کو وسیلۂ جنت بتایا ہو، جس مذہب نے غزا کو اعمال حسنہ مین سب سے اونچے درجہ پر رکھا ہو، ایسے مذہب اور ایسی شریعت سے بھلا تائید امن و آشتی کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ اس کے ہان تو قدم قدم پر جدال و

[۱] یہ کتاب چھپکر کل تیار ہے قیمت ہے، دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے ملیگی۔

قتال، کشت و خون کی تاکید ملیگی،

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اگر کسی مذہب نے امن و امان کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے، اور مستقل و پائدار حالات امن کے اسباب و بواعث کے بہم پہنچنے پر سب سے زیادہ زور دیا ہے، تو وہ اسلام ہی ہے، اس مین شبہہ نہین کہ قیام امن کی تاکید اپنے اپنے پیروؤن پر دنیا کے ہر مذہب نے رکھی ہے، لیکن اسلام کی فضیلت مخصوص یہ ہے کہ اس نے جس اہتمام کے ساتھ اِس مقصد کے حصول پر زور دیا ہے، جس تفصیل و وضاحت کے ساتھ اسکے تدابیر و ذرائع بیان کئے ہین، اور جس جامعیت کے ساتھ اس کے موجبات و موانع پر نظر کی ہے، اوس کی نظیر سے دنیا کا مذہبی لٹریچر خالی ہے،

اوپر کے کسی باب مین دکھایا جا چکا ہے کہ دنیا کے سارے اختلافات و مناقشات کی بنیاد انسان کے جذبۂ خودی پر ہے، جس کے باعث ایک کو دوسرے سے مغایرت پیدا ہوتی ہے، اور یہی رفتہ رفتہ مخالفت بلکہ منافرت کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اِس زہر کا سب سے بڑا تریاق عقیدۂ توحید ہے، یعنی اگر انسان کو دوسرون سے کوئی اصولی اختلاف نہ نظر آئے، وہ اپنے کو تمام موجودات سے متحد سمجھنے لگے، اور بجائے کثرت و تعدد کے اسے ہر طرف وحدت ہی کی جلوہ آرائیان نظر آنے لگین، تو عداوت بلکہ مغایرت و اجنبیت تک کا جذبہ اس کے دل سے محو ہو جائے، اور کائنات مین ہر سمت امن و آشتی کی منادی ہو جائے۔

اسلام کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اپنے نظام عقائد مین بلند ترین مرتبہ اسی عقیدۂ توحید کو دیا ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسلام کا مقصد حقیقی صرف منادی توحید ہی ہے، باقی اور تمام مسائل ضمناً و فرعاً آگئے ہین، مخالفین تک کو یہ تسلیم ہے کہ عقیدۂ توحید جس مکمل صورت مین اسلام مین ملتا ہے، اور کہین نہین ملتا اگر وہ تمام آیات قرآنی جن مین توحید کی دعوت اور شرک کی مذمت ہے یکجا کی جائین تو تمام کائنات کی اصل خدا، اور صرف خدا ہے، اور اس کے سوا اور کسی ہستی کی جانب خلق، امر یا وجود حقیقی کا انتساب کرنا شرک ہے،

جن لوگون کا عقیدۂ توحید راسخ ہے، جو لوگ اس پر اعتقاد رکھتے ہین کہ ہستی مطلق انسان کی رگ جان

سے بھی قریب تر ہی، جو اشخاص اِس پر یقین رکھتے ہین کہ موجودات کے ذرّہ ذرّہ کا مبدا ء و مرجع صرف وہی ذات واجب الوجود ہی[1] ہی جن افراد کو اِس کا اذعان ہی، کہ ہر شیٔ کی ابتدا و انتہا ظاہر و باطن سب خدا ہی[2] جن نفوس کا اِس پر ایمان ہو کہ جملہ حوادث عالم محض مشیّت باری ہی کے مختلف مظاہر و شئون ہین[3]، اور جو لوگ اِس کے قائل ہین کہ کفر و ایمان دونون کا خالق ایک ہی ہی[4] بھلا وہ کبھی اور کسی حالت مین بھی کسی سے عداوت و منافرت کا جذبہ ازراہ نفسانیت رکھ سکتے ہین، اگر کسی صنعت کی تنقیص کرنا صانع کی منقصت کی مستلزم ہے، تو مخلوقات مین سے کسی کی عیب جوئی کرنا بدرجۂ اولیٰ اِس کے خالق کی کھلی ہوئی توہین و تنقیص ہوگی،

پھر قرآن نے صرف روحانی اتحاد اصل و اشتراک پر بس نہین کی، بلکہ تصریح کے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ جسمانی و مادّی حیثیت سے تمام نسل اِنسانی ایک ہی خاندان کی ہی، سب کے والدین ایک ہی ہین، اور آج دنیا مین جو مختلف جماعات و قبایل نظر آرہے ہین، سو یہ تقسیم صرف اسلیئے ہی کہ باہمدگر امتیاز و شناخت ہوسکے،

یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی	اے اِنسانو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا
وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا	کیا اور تمھارے خاندان و قبائل بنائے تاکہ تم ایک دوسرے
(حجرات رکوع ۲)	سے پہچانے جاؤ،

اِس اتحادِ اصل و نسل کے ذہن نشین ہو جانے کے بعد مغایرت و منافرت کا شائبہ تک نہین باقی رہ سکتا،

شرک سے قطع نظر کرکے جو تمام تر ایک ذہنی و اعتقادی مسئلہ ہی، اعمال کی فہرست مین اسلام نے بدترین معصیت فتنہ و فساد کو قرار دیا ہی، قرآن مین اِس کے لیئے شدید ترین وعیدین نازل ہوئی ہین، اور تکرار و تواتر کے ساتھ اِس سے محترز رہنے کی تاکید آئی ہی، آیات ذیل ملاحظہ ہون،

---

[1] اللہ یبدؤ ویعید، والیہ ترجع الامور، وانا الیہ راجعون، والیہ المصیر وغیرہ،
[2] ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن [3] قل کل من عند اللہ [4] ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن

الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ		جو لوگ خدا کا عہد ایک مرتبہ باندھ چکنے کے بعد توڑتے
ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل		ہین اور خدا نے جن رشتون کے جوڑے رہنے کا حکم دیا ہی،
ویفسدون فی الارض اولئک		اونھین کاٹتے ہین، اور زمین پر فساد کرتے پھرتے ہین،
ھم الخٰسرون ۔	(بقرہ رکوع ۳)	وہی گھاٹے مین رہین گے،
ولا تعثوا فی الارض مفسدین	(بقرہ رکوع ۷)	زمین پر فساد کرتے نہ پھرو،
واللہ لا یحب الفساد	(بقرہ رکوع ۲۵)	خدا فساد کو پسند نہین کرتا،
واللہ لا یحب المفسدین	(مائدہ رکوع ۹)	خدا مفسدین کو دوست نہین رکھتا،
ولا تبغ الفساد فی الارض،	(قصص رکوع ۸)	زمین مین فساد نہ پھیلاؤ،

یہ چند آیات نمونہ کے طور پر درج کی گئین، ورنہ اِس مضمون کی کل آیات بیسیون کی تعداد مین موجود ہین اِسلام نے صرف فتنہ و فساد کو معصیت کبریٰ قرار دینے پر اکتفا نہین کی، بلکہ جو چیزین محرک فساد ہوسکتی تھین، سرے سے اونھین کی جڑ کاٹ دی، دنیا مین جتنے محاربات برپا ہوتے رہتے ہین، عموماً اون کے تہ مین حُبّ جاہ، حُبّ زر، حُبّ اقتدار کے جذبات کام کرتے ہوتے ہین، جرمنی اسلیئے اعلان جنگ کرتا ہی کہ انگریزون کے بحری مقبوضات اس کے مقابلے مین بہت زاید ہین، انگلستان اسلیئے مصروف پیکار ہوتا ہی کہ جرمنی کی روز افزون طاقت سے اسے اپنی قوت کے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہی، غرض اسی طرح اکثر جنگ کے پردہ مین مال و دولت کی طمع کام کرتی ہوتی ہی، اسلام نے اپنے پیروؤن کے سامنے جس فردوس عمل کا نقشہ پیش کیا ہی، اوس مین "شجر ممنوعہ" اِسی دنیوی مال و دولت کو قرار دیا ہی کہ جب اِس مادّی زندگی کی محبت ہی دل سے نکل جائے گی، تو مسابقت و مفاخرت کا ازخود خاتمہ ہو جائے گا، قرآن نے صدہا مختلف پیرایون اور اسلوبون سے حیات دنیوی کی مذمت و منقصت کی ہی، اور اس کی بے ثباتی پر سطر سطر مین زور دیا ہی، مثلاً

زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب۔ (آل عمران رک ۲)

انسان کی فطرت ایسی ہی کہ اسے مرغوبات دنیوی یعنی ازواج و اولاد اور زر و سیم کے بڑے بڑے ڈھیرون اور عمدہ گھوڑون اور مویشیون اور کھیتون کے ساتھ وابستگی ہوتی ہی، حالانکہ یہ دنیوی زندگی کے عارضی لوازم ہین اور ہمیشہ کا اچھا ٹھکانا تو اوسی اللہ کے ہان ہی،

واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ (انفال رک ۴)

تو واقف ہو کہ تمھاری اولاد اور تمھارا مال تمھارے لیے فتنہ ہی،

یقوم انما ھذہ الحیوۃ الدنیا متاع وان الاخرۃ ھی دار القرار (مومن رک ۵)

اے قوم، یہ حیات دنیوی محض چند روزہ ہی اور مستقل جگہ تو وہی آخرت ہی،

انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو (محمد رک ۴)

یہ حیات دنیوی تو محض ایک کھیل ہی،

وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان (عنکبوت رک ۷)

یہ دنیوی زندگی تو محض ایک کھیل تماشا ہے اور دار آخرت ہی کی زندگی اصل زندگی ہی،

اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد۔ (حدید رک ۲)

جانے رہو کہ حیات دنیوی بس یہی کھیل تماشا ظاہری ٹھاٹ اور آپس مین ایک دوسرے پر فخر کرنا اور ایک دوسرے سے بڑھ کر مال و اولاد کا خواستگار ہونا ہی،

زین للذین کفروا الحیوۃ الدنیا (بقر۔ رک ۲۶)

جو لوگ کافر ہین، اون کی نظرون مین ہم نے حیات دنیوی کو زینت دے رکھی ہی،

وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور (آل عمران رک ۱۹)

دنیا کی زندگی بجز دھوکے کی پونجی کے اور کچھ نہین،

ایک جگہ یہان تک کہہ دیا ہو کہ آسمانی بادشاہت صرف انھین لوگون کا حصہ ہی، جو دنیوی حیثیت سے

مسکین اور مادی کشمکش سے الگ رہتے ہین،

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین۔ (قصص رک ۹)

یہ آخرت کا گھر مخصوص انھین لوگون کے لیے ہی جو دنیا مین اپنی برتری کے خواہان نہین ہین اور فساد نہین کرتے اور انجام بخیر تو پرہیزگارون ہی کے حصہ مین ہے،

جس شریعت نے دنیا اور حیات دنیوی کا مرتبہ اسقدر پست رکھا ہی، وہ ایک لمحہ کیلئے بھی اسکی روادار نہین ہو سکتی کہ اس پر ایمان رکھنے والی قوم، دولت و جاہ، سلطنت و حکومت زر و زمین کے لیے تلوار ہاتھ مین لے،

اِن تصریحات کے پہلو بہ پہلو قرآن نے بالواسطہ بھی نفس انسانی مین دنیا کی بے ثباتی اور دولت و حکومت کی بے حقیقتی کا نقش بٹھانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین ہونے دیا، فطرت بشری دوسرون کے عبرتناک انجام سے خاص طور پر متاثر ہوتی ہی، قرآن مجید نے اس آلہ سے پوری طرح کام لیا، اور اقوام گزشتہ و مشاہیر افراد کے جتنے قصہ بیان کیے یہ نکتہ سب مین ملحوظ رکھا ہی کہ ان کے سننے اور پڑھنے سے انسان کی مادی خواہشون اور تمناؤن، حرص، و طمع، کبر و غرور کا زبردست دیو مغلوب ہو، قوم عاد و ثمود، فرعون و نمرود ان سب کے واقعات مین یہی خصوصیت مشترک ہی، مثال کے طور پر ہم صرف ایک حکایت درج کرتے ہین، جو جاہ و دولت، زینت و امارت کے نقش بر آب ہونے کی ایک بولتی ہوئی تصویر ہی، اور جسے بغور پڑھنے کے بعد ممکن نہین کہ بڑے سے بڑے ہوس پرست کا دل بھی کچھ دیر کے لیے متاثر نہ ہو جائے؛

ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغی علیھم واتینہ من الکنوز ما ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ اذ قال لہ قومہ لا تفرح۔ ان اللہ

قارون موسیٰ کی قوم (بنی اسرائیل) مین ایک شخص تھا، پھر وہ ان پر ظلم کرنے لگا، اور ہم نے اوس کو اسقدر خزانے دے رکھے تھے کہ کئی زور آور مرد اوس کی کنجیان بمشکل اٹھا سکتے تھے، ایک مرتبہ اوس کی قوم

لا یحب الفرحین وابتغ فیما اتٰک
اللہ الدار الاخرۃ ولا تنس نصیبک
من الدنیا واحسن کما احسن اللہ
الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان
اللہ لا یحب المفسدین۔ قال انما
اوتیتہ علی علم عندی اولم یعلم
ان اللہ قد اہلک من قبلہ من
القرون من ھو اشد منہ قوۃ واکثر
جمعا۔ ولا یسئل عن ذنوبھم المجرمون
فخرج علی قومہ فی زینتہ قال الذین یریدون
الحیوۃ الدنیا یلیت لنا مثل ما اوتی
قارون انہ لذو حظ عظیم وقال
الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ
خیر لمن آمن وعمل صالحا ولا
یلقھا الا الصٰبرون
فخسفنا بہ وبدارہ الارض
فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ
من دون اللہ وما کان
من المنتصرین واصبح الذین

(کے بعض لوگون) نے اوس سے کہا کہ اترا یا مت کر خدا
اترانے والون کو پسند نہین کرتا، اور یہ جو (ساز و سامان)
خدا نے تجھے دے رکھا ہو اِس مین سے کچھ آخرت کے گھر
کی بھی فکر کرتا رہ، (البتہ) دنیا سے جو تیرا حصہ ہو اوس کو
فراموش نکر، اور جس طرح خدا نے تیرے ساتھ احسان
کیا ہی، تو دوسرون کے ساتھ احسان کرتا رہ اور ملک مین
فساد کا خواہان نہ ہو کہ خدا مفسدون کو پسند نہین کرتا،
اوس نے جواب دیا کہ یہ (جاہ و ثروت) تو مجھکو اپنی لیاقت
سے حاصل ہوئی ہی، کیا قارون نے (یہ کہتے وقت) یہ خیال
نہ کیا کہ اس سے پہلے خدا پچھلی امتون مین ایسے ایسے لوگون کو
ہلاک کر چکا ہی، جو (بہ لحاظ جاہ و حشمت) اِس سے کہین زیادہ
قوت رکھتے تھے، اور بہ لحاظ سرمایہ بھی اِس سے کہین بڑے
تھے اور گنہگارون سے سزا کے وقت پوچھ گچھ نہین کی جایا کرتی،
اِس کے بعد (ایک روز) قارون اپنی شان و شوکت کے
ساتھ اپنی قوم والون کے سامنے نکلا، تو جو لوگ حیات دنیوی
کے طلبگار تھے (حسرت سے) کہنے لگے کہ جیسا کچھ ساز و سامان
قارون کے پاس ہی اے کاش ہمارے پاس بھی ہوتا، اِس مین
شک نہین کہ قارون بڑا ہی خوش قسمت ہی (البتہ) جن لوگون کو
خدا کے ہان سے علم کی دولت دی گئی تھی وہ بولے کہ تمھاری

تمنوا مکانہ بالامس یقولون
ویکان اللہ یبسط الرزق
لمن یشاء من عبادہ
ویقدر ۔ لولا ان منّ اللہ
علینا لخسف بنا ویکانہ
لا یفلح الکافرون (قصص رکوع ۸)

سمجھ پر افسوس جو شخص ایمان لاتا اور عمل نیک کرتا رہا اسکا
ثواب (قارون کے مال و دولت سے) کہین بڑھکر ہی مگر وہ
ثواب بجز صبر کرنے والون کے اور کسی کو نہین ملتا، پھر ہم نے
قارون اور اوس کی کوٹھی کو زمین مین دھنسا دیا، اوس وقت
کوئی جماعت اوس کی مدد کو نہ اوٹھی اور نہ وہ خود اپنے تئین
بچا سکا، اور جو لوگ کل شام تک اوس کی جگہ ہونے کی
آرزو کرتے تھے وہ آج صبح کہنے لگے کہ ارے غضب، خدا ہی
اپنے بندون سے جس کی روزی چاہتا ہو فراخ کر دیتا ہے،
اور جس کی چاہتا ہو محدود کر دیتا ہو اور اوسکا کرم اگر ہم پر
نہوتا تو ہم کو بھی وہ قارون کی طرح دھنسا دیتا ارے غضب!
بات یہ ہو کہ ناشکرونکو فلاح نصیب نہین ہوتی،

اِس قسم کے عبرت انگیز حکایات و قصص کے بیان کرنے سے قرآن کا مقصد یہی ہو کہ مسلمانون کے دل پر
مال و ثروت کی بے حقیقی کا گہرا نقش ثبت ہو، اور مادی شان و شوکت کی طرف سے اون کی طبیعت از خود
ہٹ جائے

ایک مسلمان کو اپنے مخالفین کے ساتھ کیونکر پیش انا چاہیئے، عام دنیا کے ساتھ اس کا کیا سلوک
رہنا چاہیئے، اور اگر اغیار اوس کے مذہب و معتقدات پر اعتراض کرین تو اون کے مقابلہ مین اسے اپنا کیا طرز
عمل رکھنا چاہیئے، قرآن نے اِن مین سے ہر سوال کا جواب تفصیل کے ساتھ دیا ہی، عفو و درگذر، حلم و تحمل اور
احسان عام کا اِس سے بار بار حکم دیا ہی، صرف مسلمانون کے مقابلہ مین نہین بلکہ کل دنیا کے مقابلہ مین جس مین
کفار بھی شامل ہین، ایک جگہ ارشاد ہوتا ہی کہ

قولوا للناس حسنا (بقرہ رک ۱۰) لوگون سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ،

یہ نہین کہا کہ صرف مسلمانون سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ،

ایک مقام پر جہان نیک کار و فلاح یافتہ بندون کے خصائل بیان کیے ہین، وہان یہ ہی،

والکاظمین الغیظ والعافین وہ وہ لوگ ہین جو غصہ کو ضبط کرتے ہین اور لوگون کے

عن الناس واللہ قصور سے درگزر کرتے ہین، اور خدا احسان کرنے والون کو

یحب المحسنین، (آل عمران رک ۱۴) دوست رکھتا ہی،

یہان بھی عفو و احسان کی ہدایت عام ہی، مومن و کافر کی کوئی تفریق نہین، نیک کارون کی ایک خصلت

یہ بتائی گئی ہے کہ

یدرؤن بالحسنة السیئة، (قصص رک ۶) وہ برائی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہین،

اور جب برون سے سابقہ پڑ جاتا ہی، تو کمال حلم و رواداری اون سے کنارہ کش ہو جاتے ہین،

واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ وہ جب لغویات سنتے ہین تو اوس سے کنارہ کش ہو جاتے

وقالوا لنا اعمالنا ولکم ہین اور ان سے کہہ دیتے ہین کہ ہمارے اعمال ہمارے

اعمالکم، (قصص رک ۶) لیے اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ،

برائی کے جواب مین نرمی کرنا چاہیئے،

ادفع بالتی ھی احسن السیئة (مومنون رک ۶) برائی کو نرمی کے ساتھ دور کرو،

خود سرور کائنات کو ہدایت ہی کہ،

خذ العفو وامر بالعرف واعرض عفو کی عادت اختیار کرو اور نیکی کی تلقین کرتے رہو اور

عن الجاھلین (اعراف رک ۲۴) جاہلون سے سابقہ پڑے تو کنارہ کش ہو جاؤ،

اہل کتاب سے مقابلہ کے وقت ہمیشہ بلطف و آشتی پیش آتے رہنا چاہیئے،

ولا تجادلوا اھل الکتاب الا اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کرو، مگر اس صورت سے

بالتی ھی احسن، (عنکبوت رک ۵) جو عمدہ و شائستہ ہو،

نیکون کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی ہے، کہ،

اذا ما غضبوا ھم یغفرون (شوری رک ۴) جب اون کو غصہ آجاتا ہی تو درگزر سے کام لیتے ہین،

یہان بھی یہ قید نہین لگائی گئی ہی کہ صرف مسلمانون ہی کے مقابلہ مین درگزر سے کام لیتے ہین،

تبلیغ دعوت کے وقت رسول اللہ صلعم کو یاد دلایا جاتا ہی،

ادع الی سبیل ربک بالحکمة لوگون کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ تو حکمت

والموعظة الحسنة وجادلھم و نیک نصائح کے ذریعہ سے، اور اگر بحث کرو تو شائستہ

بالتی ھی احسن، (نحل رک ۱۶) و پسندیدہ طریقہ سے،

برگزیدہ و مقبول خدا بندون کی بڑی پہچان یہ ہوتی ہے کہ

یمشون علی الارض ھونا واذا وہ زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہین، اور جب جاہل ان سے

خاطبھم الجاھلون قالوا جہالت کی باتین کرنے لگتے ہین تو وہ سلام کرکے الگ

سلاما، (فرقان رک ۶) ہو جاتے ہین،

خالق ذوالجلال نے اپنی شان یہ بتائی ہی کہ

ورحمتی وسعت کل شیء (اعراف رک ۱۹) میری رحمت ہر شے پر محیط ہی،

یہ نہین فرمایا کہ میری رحمت فلان فرقہ کے ساتھ مخصوص و محدود ہی، اور چونکہ وہ خود رحمت مطلق ہی، اسلیے

دنیا کے لیے بھی قاعدہ مقرر کیا ہی، کہ

ان الحسنات یذھبن السیات (ھود رک ۱۰) خوبیان برائیون کو دور کر دیتی ہین،

بالفاظ دیگر اپنے ابنائے جنس کے نقائص و عیوب کے بجائے اون کی خوبیون پر نظر رکھو اپنے حبیب و محبوب

پیمبر اسلام کا وصف کیا بیان کیا، رحمۃ العالمین یہان بھی وہی شان اطلاق وہمہ گیری ہی، سارے عالم کے لیے رحمت، محض ایک گروہ کے لیے رحمت نہین،

فرعون سے بڑھکر عصیان وطغیان کا مجسمہ دنیا مین اور کون گزرا ہی، جس نے انکار خدا ہی پر اکتفا نہ کی، بلکہ خود مدعی الوہیت ہو گیا، اور جیسے کچھ مظالم اپنی غریب رعایا پر کیئے اون کے رعشہ انگیز ذکر سے قرآن لبریز ہی، اس پر بھی جب موسیٰ وہارون اوس کی فہمایش کے لیے بھیجے جاتے ہین تو ساتھ ہی یہی ہدایت ہوتی ہی کہ

فقولا لہ قولا لینا، (طٰہٰ، رک ۲) اوس سے گفتگو مین نرمی کرنا

غور کرو، یہ ارشاد فرعون سے متعلق ہی، پھر آج کیا دنیا کا بدترین انسان بھی فرعون سے زیادہ سختی کا مستحق ہو سکتا ہی،

حضرت مسیحؑ کو جتنی تکلیف اون کی امت نے دی، اس سے زیادہ اذیت کون امت کسی نبی کو پہنچا سکتی ہی، انتہا یہ ہے کہ خدا کے ساتھ اون کی پرستش شروع کر دی، بااین ہمہ جب قیامت مین ان باطل پرستون سے مواخذہ ہونے لگے گا، تو حضرت مسیحؑ عذاب کی سفارش نہ کرین گے، بلکہ عرض کرینگے، کہ

ان تعذبھم فانھم عبادک — اگر تو ان پر عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے ہین

وان تغفرلھم فانک انت — (تجھے اختیار ہی) اور اگر بخش دینا چاہے تو تو ہی سب پر

العزیز الحکیم (مائدہ، رک ۱۶) — غالب اور حکمت والا ہی،

کفار ومشرکین سے گفتگو کے وقت اس کی تاکید آئی ہی، کہ اون کے مقابلہ مین درشتی سے نہ کام لیا جائے ورنہ وہ بھی بدزبانی سے کام لین گے،

ولا تسبوا الذین یدعون من — جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودون کو بلاتے ہین اونکو

دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا — برا نہ کہو، ورنہ وہ بھی اپنی نادانی سے ناحق خدا کو برا

بغیر علم، (انعام، رک ۱۳) — کہہ اٹھین گے،

پھر یہ بھی ممکن ہے، کہ انسان جس کسی کو گمراہ، بدعقیدہ، بداعمال سمجھتا ہے، اوس کی بابت زبان سے تو کچھ نہ کہے، تاہم دل مین اوس کے متعلق سخت ترین مخالفانہ ودشمنانہ جذبات رکھے، خدائے اسلام کی حکمت کاملہ نے سرے سے اس تخیل ہی کی جڑ کاٹ دی ہے، قرآن مین اسکی بار بار تصریح آتی ہی کہ ہدایت وضلالت کا فیصلہ کرنے والے تم نہین، ہم ہین، یہ کہنے کا حق کہ فلان شخص گمراہ ہے علام الغیوب ودانندۂ اسرار ہی کو ہے، بندون کو نہین، ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے،

ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن — تمھارا پروردگار ہی اس کو خوب جانتا ہے کہ گمراہ

سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین، (قلم، ع ۱) — کون ہے اور راہ حق پر کون کون ہے،

دوسری جگہ فرمایا،

ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن — اس کا علم تمھارے پروردگار ہی کو ہے کہ راہ ضلالت پر

سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدی، (نجم، ع ۲) — کون ہی اور راہ حق پر کون،

ایک اور مقام پر تصریح ہی،

قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ فربکم — کہہ دو کہ ہر ایک شخص اپنے طور پر عمل کرتا ہے،

اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا، (بنی اسرائیل ع ۱۰) — اور اس کا علم تمھارے پروردگار ہی کو ہے کہ راہ راست پر کون ہی،

ان تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہی کہ حلم وتحمل، عفو ودرگذر، رافت ورحمت کی تعلیم اور شورش وفساد، تعلی وخود بینی، منافرت وبدامنی کے جذبات کو مٹانے مین قرآن نے کسی دوسری مذہبی کتاب سے کچھ بھی کم حصہ لیا ہی،

یہان تک جو کچھ اسلام کی تعلیمات درج کی گئین وہ براہ راست قرآن مجید کے احکام تھے،

اس لیے کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کا اتباع مسلمانون کی ہر جماعت وہر فرد، خواہ وہ برائے نام ہی مسلمان ہو اپنے اوپر فرض سمجھتی ہے، مطالب بالا کی توضیح وتائید مین اب چند احادیث بھی درج کی جاتی ہین جن سے صاف نظر آجائے گا کہ جن بد نصیبون نے رحمت عالم کو نعوذ باللہ خونخواری وسفاکی کا لباس پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اونھون نے دیانت اور راست گوئی کا کسقدر خون کیا ہے،

معلّم ثانی

ابو نصر الفارابی اور اُس کا فلسفہ

از مولوی ابو النصر سید احمد بھوپالی، مقیم قاہرہ (مصر)

نام ونسب محمد نام، ابو نصر کنیت اور الفارابی نسبت ہے، شہر فاراب کی طرف جو ترکستان مین کاشغر کے قریب واقع تھا، اوس کو بعد مین اُطرار کہنے لگے تھے[1]، الفارابی نسلاً ترکی الاصل تھا، اوسکا نسب نامہ یہ ہے، محمد بن محمد بن اوزلغ بن طرخان ہے، اس کے خاندان مین اوسکا مورث اعلیٰ "طرخان" ترکی قبائل کا سپہ سالار تھا،[2] جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت مین سنہ ۲۹ ہجری مین حضرت عبد اللہ ابن عامرؓ کو نوشیروان شاہ ایران کے خاندان کے آخری بادشاہ یزدجرد کے مقابلہ کے لیے بھیجا تو یزدجرد نے طرخان سے مدد مانگی تھی، چنانچہ اس نے اُس کو مدد دی تھی، لیکن بعد مین آپس مین ناچاقی ہو جانے پر وہی یزدجرد کے قتل کا باعث ہوا،[3]

سنہ پیدائش الفارابی کا سنہ پیدائش بھی مثل دیگر فلاسفہ ومشاہیر کے مورخین متحقق طور سے بتانے سے قاصر ہین البتہ اوسکی تاریخ وفات رجب سنہ ۳۳۹ ہجری بتاتے ہین، نیز بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے اسّی برس کی عمر پائی تھی اس لیے اس لحاظ سے اُوسکا سنہ پیدائش سنہ ۲۵۹ ہجری ہوتا ہے،

تربیت وتعلیم الفارابی فاراب مین پیدا ہوا، اور وہین اوسکا بچپن گذرا جب کسی قدر ہوشیار ہوا تو اپنے وطن سے باہر نکلا، ادہر اودہر سفر کرتا رہا، یہان تک کہ اس زمانہ کے علم وتمدن کے مرکز بغداد مین پہنچا، یہ تا خلفائے عباسیہ مین سے خلیفہ مقتدر باللہ کا تھا، اس زمانہ مین بغداد مین ایک نہایت معمر نصرانی حکیم

---

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۸۶ مطبوعہ مصر [2] طبقات الاطبا مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۴ [3] فتوح البلدان مطبوعہ مصر صفحہ ۳۲۳ و مختصر الدول مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۷۸،

ابوبشر متی بن یونس[1] موجود تھا اسے فن منطق مین یدطولیٰ حاصل تھا، سینکڑون طلبا، روزانہ اُس کے حلقۂ درس مین فن منطق کی تحصیل کے لیے شریک ہوتے تھے، اور وہ منطق مین ارسطو کی کتاب کو خود پڑھتا اور پھر اوسکی شرح کا اپنے تلامذہ کو بطریق املا درس دیتا تھا، الفارابی بھی اس کے حلقۂ درس مین شامل ہونے لگا، اور تھوڑے ہی عرصہ مین اپنی غیر معمولی ذہانت سے، اس قدر ترقی کی کہ اُس کے ارشد تلامذہ مین شمار ہونے لگا، ابوبشر کو مغلق اور نامفہوم مطالب کی شرح وبسط اور تفہیم وتوضیح مین خاص مہارت حاصل تھی، چنانچہ بعض علما کی رائے ہے کہ الفارابی کو جو خاص ملکہ تفہیم وتشریح مین حاصل ہو وہ اُسے ابوبشر کے ہی حلقۂ درس مین حاصل ہوا تھا[2]

بغداد مین کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد الفارابی حران گیا اور وہان ایک دوسرے نصرانی فیلسوف یوحنا بن جیلان[3] سے کہ جو ابراہیم المروزی کا ہم سبق رہ چکا تھا منطق کی تکمیل کی، اس کے بعد پھر بغداد واپس آیا اور وہان پہنچکر دیگر علوم وفلسفہ حاصل کر کے ان مین مہارت تامہ پیدا کی، ارسطو کی تمام تصانیف پڑھ ڈالین اور اُن پر پورا مجتہدانہ عبور حاصل کیا[4]،

اسی زمانہ مین علم النحو کے مشہور امام ابوبکر بن السراج بغداد مین موجود تھے الفارابی ان سے علم نحو حاصل کرتا تھا اور وہ الفارابی سے علم منطق پڑھتے تھے[5]،

حقیقت یہ ہو کہ ہمارے علما و فضلائے سلف علوم کے اندر جو علو مرتبت اور فضیلت وکمال رکھتے تھے وہ در اصل نتیجہ ہوتا تھا تحصیل وطلب مین اُنکی جان توڑ کوشش ان تھک ہمت، عزم راسخ اور ثبات واستقلال کا،

[1] ابوبشر متی بن یوسف دیر قنی کے رہنے والون مین سے تھا اس نے مار ماری کے مدرسہ مین تعلیم پائی تھی نیز اس نے قویری اور دنیل نیلا مین، ابی احمد بن کرنیب، اور یحییٰ المروزی سے بھی پڑھا تھا، یہ اپنے زمانہ مین فن منطق مین فرد تھا اس نے ۳۲۸ ہجری مین وفات پائی اوس نے سریانی سے عربی مین تفسیر کی ہو اور کتاب انالوطیقا کے شروع مین ایک مقدمہ بھی لکھا ہو، نیز اوسکی تصانیف مین سے کتاب المقاییس الشرطیہ اور فرفوریوس کی کتاب ایساغوجی کی شرح بھی ہین،

[2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۰ مطبوعہ مصر، [3] ابوبشر متی بن یونس کا استاذ تھا اور مرو مین ابراہیم المروزی کا ہم سبق رہ چکا تھا، [4] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۰ مطبوعہ مصر، [5] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ مصر،

تا دم واپسین علم کی تحصیل وطلب مین نہ تو اونکی کوششون مین کوئی فرق آتا تھا، اور نہ اوسکی سنگلاخ گھاٹیون سے اونکی ہمت پست ہوتی تھی، نہ تو اوسکی مشکلات اُن کے عزم راسخ کو اپنی جگہ سے ہلا سکتی تھین اور نہ اُن کے ثبات واستقلال کو کھو سکتی تھین، حقیقتہً علم جیسی گرانمایہ شے کے لیے ضرورت بھی اسی کی ہے، جس طرح سے دریائے علم ناپید اکنار اور لامحدود ہے اسی طرح سے اوس کی طلب کے لیے ہمت وکوشش بھی بے پایان و لامتناہی درکار ہے،

ائمہ سلف کی اس قسم کی کوششون کے حالات سے تمام تاریخی اسفار وکتب معمور ہین، درس وتدریس کی محنت ہائے شاقہ تو ایک طرف خود ذاتی مطالعۂ کتب کے شوق وشغف کا یہ حال تھا کہ کسی کتاب کے مطالب کا ادق ومغلق ہونا اُن کے لیے اور زیادہ تحریص وتشویق اور تکرار مطالعہ کا باعث ہوتا تھا، برخلاف آجکل کے کہ یہی چیز سب سے زیادہ اجتناب واحتراز اور ترک مطالعہ کا باعث ہے مشکل سے مشکل کتاب کا وہ لوگ بکرات ومرات مطالعہ کرتے لیکن پھر بھی سمجھ مین نہ آنے پر اُنکی ہمتین پست نہ ہوتی تھین،

امام شافعی کے شاگرد رشید المزنی نے امام صاحب کی کتاب الرسالہ کا کم وبیش پچیس برس مطالعہ کیا مگر کبھی ایک مرتبہ مطالعہ کی ہوئی کتاب کو دوبارہ مطالعہ کرنے مین ان کے ذوق وشوق مین فرق نہین ہوا بلکہ ان کا بیان ہو کہ ہر مرتبہ کے مطالعہ سے مجھے نئے نئے فوائد حاصل ہوئے[1]،

شیخ الرئیس ابن سینا[2] جب الٰہیات کی جانب راغب ہوئے تو کتاب مابعد الطبیعہ بالکل نہ سمجھ سکے لیکن باوجود نہ سمجھنے کے اُنھون نے اس کا چالیس مرتبہ مطالعہ کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب تو انھین ازبر ہو گئی، لیکن مطلب پھر بھی عقدۂ لاینحل ہی رہا، آخر کار انکی یہ محنت ضایع نہین گئی اور ایک دوسرے موقعہ پر انھین اپنے مقصد مین اسی محنت کی وجہ سے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی،

[1] دیکھو ابن خلکان جلد ا صفحہ ۳۱۱ مطبوعہ مصر مین تذکرہ "الانماطی"

[2] ملخص از طبقات الاطبا، جلد ۲ صفحہ ۳ و ۴ مطبوعہ مصر و مختصر الدول مطبوعہ بیروت صفحہ ۳۲۶

الفارابی کی قدم پیمائی کا بھی اس میدان مین یہی حال تھا چنانچہ جب ارسطو کی "کتاب النفس" کا وہ نسخہ کہ جو الفارابی کے زیر مطالعہ تھا دیکھا گیا تو الفارابی کے قلم سے اُس پر لکھا ہوا تھا کہ "مین نے اس کتاب کو سو مرتبہ پڑھا ہے"، نیز ارسطو کی "کتاب السماع الطبیعی" کا مطالعہ اس نے چالیس مرتبہ کیا لیکن کبھی اسکی ہمت نے ایک مطالعہ کی ہوئی کتاب کے دوبارہ مطالعہ کے لیے بے ذوقی کا اظہار نہین کیا چنانچہ وہ کہا کرتا تھا کہ "مین نے ارسطو کی کتاب السماع الطبیعی کو چالیس مرتبہ پڑھا لیکن پھر بھی مین اُس کے مزید مطالعہ کی ضرورت کو محسوس کرتا ہون"[1]

ظہور اسلام سے قبل چونکہ دنیا کی تقریباً تمام متمدن اور علوم و فنون مین ترقی یافتہ سلطنتین دین عیسوی کو قبول کر چکی تھین، اس لیے عیسائی پادریون کے اصرار سے مجبور ہو کر ان سلطنتون نے نصرانیت کو فساد و بے دینی سے محفوظ کرنے کے لیے علم منطق کی درس و تدریس کے لیے ایک حد مقرر کر دی تھی اور وہ "اشکال وجودیہ" کے آخر تک تھی، اس سے زیادہ پڑھنے پڑھانیکی عام طور سے قانوناً ممانعت تھی، چنانچہ مسلمانون مین بھی الفارابی کے زمانہ تک اسی حد تک علم منطق کی تحصیل و تعلیم کا عام رواج تھا، لیکن الفارابی کا بیان ہے کہ اُس نے منطق کی اس حد سے زیادہ یعنی اخیر کتاب البرہان تک کہ جس کو "ما بعد الاشکال الوجودیہ" کہا جاتا تھا اور جس کی تعلیم و تحصیل کو عیسائی سلطنتون نے ممنوع قرار دیا تھا یوحنا ابن حیلان سے تحصیل کی تھی چنانچہ الفارابی کے بعد سے منطق کی تعلیم کی یہ تحدید ٹوٹ گئی اور عموماً مسلمانون مین یہ رواج ہو گیا کہ "اشکال وجودیہ" سے آگے جس قدر جس انسان سے ہو سکتا تھا وہ پڑھتا تھا،[2]

غرضیکہ الفارابی نے طلب علم مین علوم و تمدن کے مرکز بغداد سے لیکر سقط تک سفر کیا اور فلسفہ اور دیگر مختلف علوم و فنون مین اپنی غیر معمولی ذہانت، ہمہ گیر استعداد، اور جان توڑ محنت و کوشش سے تھوڑے ہی عرصہ مین وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے تمام اعیان و اقران پر سبقت لے گیا اور معلم اول ارسطو کے بعد "معلم ثانی" کا لقب پایا،

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷، مطبوعہ مصر، [2] طبقات الاطبا، جلد ۲ صفحہ ۱۳۵، مطبوعہ مصر،

الفارابی کا بغداد سے نکلنا

الفارابی علوم و فنون کی تحصیل سے فراغت کے بعد عرصہ تک بغداد مین قیام پذیر رہا، وہین اس نے اپنی تالیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کیا، قیام بغداد کے زمانہ مین اس کے علم و فضل کو پوری شہرت حاصل ہو چکی تھی، اس کے بعد وہ بغداد سے نکلا اور دمشق گیا لیکن دمشق مین بغیر کسی قیام کے وہ مصر چلا گیا، مصر مین اُس نے اپنی زیر تصنیف کتاب السیاستہ المدنیہ کو تمام کیا، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب مذکور مین لکھا ہے کہ اس نے اُسے بغداد مین لکھنا شروع کیا اور مصر مین ختم کیا، مصر مین کچھ عرصہ قیام کے بعد وہ پھر دمشق واپس آیا،[3]

اس زمانہ کی ملکی حالت

بد قسمتی سے الفارابی نے ایسا زمانہ پایا تھا کہ جس مین خلفائے عباسیہ کی حکومت زوال پذیر ہو چکی تھی، گو کہ خلیفۃ المقتدر باللہ کے پہلے ہی سے سلطنت مین ضعف نمودار ہو چلا تھا، لیکن خلیفہ مذکور کے عہد مین حکومت پر پورا انحطاط و تنزل طاری ہو گیا تھا، صوبون اور ولایتون کے عمال و حکام قریب قریب خود مختار ہو گئے تھے، خلیفہ کی حکومت برائے نام رہگئی تھی، شام و مصر کے اخشیدی مالک بنے ہوئے تھے، موصل، دیار بکر اور دیار ربیعہ کی ولایتین جن کے اندر حلب و دمشق وغیرہ شہر شامل تھے، بنو حمدان کے قبضہ مین تھیں، فارس پر علی بن بویہ قریب قریب خود مختار ہو گیا تھا، خراسان سامانیون کے ہاتھ مین تھا، بصرہ اور اہواز پر بریدیون کا خود مختارانہ اقتدار تھا، کرمان محمد بن الیاس کے پاس تھا، اصفہان اور جبل حسن بن بویہ کے نزدیک، مغربی ممالک اور افریقہ کی ولایتین ابو عمر الغسانی کے زیر تسلط تھین، طبرستان و جرجان دیلمیون کے ہاتھ مین اور بحرین و یمامہ و ہجر ابو طاہر القرمطی کے قبضہ مین تھا،

اگرچہ ان تمام حکام و عمال نے اپنی اپنی متعلقہ ولایتون اور صوبون پر خود مختارانہ حیثیت اختیار کر لی تھی اور خلفاء کے برائے نام مطیع تھے لیکن تاہم فضل و کمال اور علوم و فنون کے جس قدر شناس اور ناشر و مبلغ خاندان کے فیوض صحبت سے وہ مستفید ہوئے تھے، ضرور تھا کہ اس کا تھوڑا بہت اثر اپنے اندر رکھتے

[3] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷، مطبوعہ مصر،

چنانچہ دار السلام بغداد کی اس خستگی کے بعد علمار و فضلار کی آماجگاہ اور علوم و فنون کا مرکز ان ہی عمال و حکام کی مختلف حکومتون کی قدر دانی و علم پروری تھی، آل بویہ کی حکومتین بیشمار علمار و فضلار کا مرجع بنی ہوئی تھین، ویلمیون کی حکومت کی قدر علم اور عزت کمال کی شکر گذاری مین اب تک علمار و فضلار کی تصانیف ترانہ سنج ہین، سامانیون، یزیدیون، اور کرمان کی حکومتون کی فضل پروری اور علم گستری پر تواریخ آج بھی شہادت دے رہی ہین، بنو حمدان کے خاندان کی قدر دانی اور بذل و جود نے بڑے بڑے فصیح البیان شعرار اکابر فضلا کو قریب و بعید سے کھینچ کر اپنے آغوش تلطف مین جمع کر لیا تھا جن کے دواوین و تصانیف انکی علم پروری کی تعریف مین اس وقت تک نغمہ پیرا ہین،

الفارابی کا سیف الدولہ کے دربار مین پہنچنا

جب الفارابی دمشق پہنچا تو اُس وقت وہان بنو حمدان کے خاندان سے سیف الدولہ حکمران تھا جو اپنے خاندان کی حکومت کے عہد زرین کا مالک تھا، سیف الدولہ علاوہ علم و فضل کے قدر دان ہونے کے بذات خود ایک بہت بڑا ادیب، ایک بلند خیال شاعر، ایک فصیح اللسان فاضل تھا، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خلفائے عباسیہ کے بعد کسی بادشاہ کا دربار نامور شعرار، ماہر منجمین، صاحب کمال فضلار کا ایسا آماجگاہ نہین بنا جیسا کہ سیف الدولہ کا، اس کے دربار مین علاوہ شہرۂ آفاق عربی شاعر متنبی کے السری، الرفار، النامی، البنغار، اور الواوا جیسے نامور شعرار بھی جمع تھے، ابو محمد عبد اللہ بن محمد الفیاض الکاتب اور ابو الحسن علی بن محمد الشمشاطی نے ان تمام شعرون کی تعداد جو شعرا نے سیف الدولہ کی مدح مین کہے مین دس ہزار تبلائی ہے[۱]، بڑے بڑے فضلار حکمار و اطبار اس کے ابر کرم سے مستفیض ہوتے تھے، اس کے مائدۂ طعام پر کم و بیش چوبیس طبیب حاضر رہتے تھے جن مین سے کسی کے دو علمی خدمتون کے لیے دو مشاہرے مقرر تھے اور کسی کے تین علمی خدمتون کے لیے تین مشاہرے، ان ہی طبیبون مین ابو الحسین ابن کشکرایا[۲] اور عیسی الرقی[۳] بھی تھے، عیسی الرقی چار خدمتون کے لیے چار مشاہرے پاتا تھا،

۱؎ ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶ مطبوعہ مصر، ۲؎ ابو الحسین ابن کشکرایا مشہور عالم و طبیب جو علم طب مین بہت بڑا

ایک طبابت کے لیے، دوسرا ترجمہ کے لیے، اور دو دیگر خدمات کے لیے[۴]،

پس ان حالات کے ساتھ ناممکن تھا کہ الفارابی جیسا یکتائے زمانہ دمشق پہنچتا اور سیف الدولہ کی قدر شناسی اوس کا استقبال نہ کرتی، چنانچہ جب الفارابی دمشق پہنچا تو سیف الدولہ کی علم پروری و قدر دانی نے اُسے ہاتھون ہاتھ لیا، بیان کیا جاتا ہے کہ جب الفارابی پہلی مرتبہ سیف الدولہ کے دربار مین کہ جو ہر علم و فن کے فضلار کا ایک عظیم الشان مجمع ہوتا تھا داخل ہوا تو وہ جیسا کہ اوسکا ہمیشہ معمول رہا ہے ترکی لباس مین ملبوس تھا، دربار مین پہنچکر کھڑا ہو گیا، سیف الدولہ نے اس سے بیٹھنے کو کہا تو الفارابی نے جواب دیا کہ آیا مین اپنے استحقاق کے مطابق بیٹھون یا تیرے استحقاق کے مطابق، اس پر سیف الدولہ نے جواب دیا کہ تو اپنے استحقاق کے مطابق بیٹھ تب الفارابی تمام حاضرین دربار کی صفین چیرتا ہوا مسند شاہی کی جانب بڑھا، یہانتک کہ مسند تک پہنچکر سیف الدولہ سے مزاحم ہوا اور اس کو ہٹاتے ہٹاتے بالکل مسند سے علٰحدہ کر دیا اور خود اس پر بیٹھ گیا، سیف الدولہ کے بہت سے خدام تھے جو اُسکی پس پشت مستعد کھڑے رہتے تھے، وہ اُن سے ایک خاص زبان مین گفتگو کیا کرتا تھا جس کو سوائے اُن کے کوئی دوسرا نہین سمجھ سکتا تھا، سیف الدولہ نے الفارابی کی اس گستاخی پر اپنی اس مخصوص زبان مین ان سے کہا کہ "اس شیخ نے سوء ادبی کی ہے اس لیے مین اس سے بعض اشیار کے متعلق سوال کرتا ہون اگر وہ اُن کا جواب نہ دے سکا تب تم اُس کو احمق بنانا" اس پر الفارابی نے فوراً اُسی زبان مین سیف الدولہ سے کہا،

(بقیہ حاشیہ) ماہر و مشاق تھا عرصہ تک سیف الدولہ کی خدمت مین رہا ہے، اس نے عضد الدولہ کے شفاخانہ مین بھی کہ جو بغداد مین اپنے نام سے بنایا تھا کام کیا ہے، ابو الحسین کثیر الکلام تھا، بحث مباحثہ سے بہت دلچسپی رکھتا تھا طب مین وہ علی سنان بن ثابت بن قرہ کے ارشد تلامذہ مین سے تھا اور صاحب تصنیف تھا،

۳؎ عیسی الرقی المعروف بالتفلیسی علم طب کا بڑا ماہر اور طبیب حاذق تھا، سیف الدولہ کی خدمت مین عرصہ تک رہا ہے، وہ سریانی سے عربی مین کتابون کا ترجمہ بھی کیا کرتا تھا،

۴؎ طبقات الاطبار جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ مصر،

کہ "اے امیر! صبر کر، امور اپنے عواقب سے جانے جاتے ہین" سیف الدولہ اوسکی اس گفتگو سے نہایت متعجب ہوا اور اس سے دریافت کیا کہ "کیا آپ بھی اس زبان کو جانتے ہین؟" تب الفارابی نے کہا کہ "ہان مین ستر زبانون سے زیادہ جانتا ہون" اس سے سیف الدولہ کے دل مین اوسکی عظمت قائم ہوگئی، اور پھر الفارابی دربار کے تمام حاضر علما کو مخاطب کرکے ہر علم وفن مین گفتگو کرنے لگا، اُس کا کلام ان سبکے کلام پر برابر فوقیت حاصل کرتا رہا، یہان تک کہ وہ سب خاموش ہوگیے اور یہ تنہا بولتا رہا اور ان سبنے اوسکی تقریر کو لکھنا شروع کردیا، اس کے بعد سیف الدولہ نے حاضرین دربار کو رخصت کیا اور اس کے ساتھ تخلیہ کرکے کہا کہ "کیا آپ کچھ کھائینگے" الفارابی نے کہا "نہین" پھر اس نے دریافت کیا کہ "کچھ پئینگے" الفارابی نے کہا "نہین" پھر اس نے دریافت کیا "تو پھر کچھ سنین گے" الفارابی نے جواب دیا کہ "ہان" تب سیف الدولہ نے غلامون کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان مین سے اس فن کے ماہر حاضر ہوگیے ان غلامون مین سے ہر ایک نے اپنے باجے کو بجایا ہی تھا کہ الفارابی نے فوراً اوسکی عیب جوئی کی اور اوسکی غلطی بتلائی اس پر سیف الدولہ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی اس فن کو جانتے ہین؟ اس نے کہا ہان، اور پھر ایک خریطہ نکالکر اس مین سے ایک عود نکالا اور اس کو ترکیب دے کر بجانا شروع کیا جس سے جملہ حاضرین ہنسنے لگے پھر اس نے اس کو توڑ کر دوسری ترکیب سے بجانا شروع کیا جس سے جملہ حاضرین رونے لگے، پھر اس نے اس کو توڑ کر تیسری ترکیب سے بجانا شروع کیا جس سے تمام حاضرین حتی کہ دربان تک سوگئے اور الفارابی انھین اس حالت مین چھوڑ کر چلا گیا[1]

اس کے بعد سے الفارابی کی بے مثل قابلیت اور خداداد ذہانت واستعداد کا سیف الدولہ کے دل مین ایسا سکہ بیٹھا کہ اس نے اوس کو آخیر عمر تک اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دیا، الفارابی نے بھی بالآخر اسی برس کی عمر مین رجب سنہ ۳۳۹ ہجری مین اُسی کی علم پرور آغوش مین پیام اجل کو لبیک کہا، جب تک الفارابی سیف الدولہ کی خدمت مین رہا سیف الدولہ اس کے ساتھ جیسی کہ اوسکی ہمہ گیر استعداد وقابلیت مستحق تھی

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۰۰، مطبوعہ مصر،

نہایت عظمت ومنزلت اور عزت واحترام کے ساتھ پیش آتا رہا یہانتک کہ جب اوس کا انتقال ہوا تو سیف الدولہ بذات خود معہ اپنے پندرہ بڑے بڑے درباریون کے اُسکی نماز جنازہ مین شریک ہوا[1]، اور وہ نواح دمشق مین بیرون باب الصغیر دفن کیا گیا[2]،

حالات معیشت واخلاق وعادات

دنیا مین زمانہ کا بھی عجیب حال رہا ہے اُس نے ہمیشہ نا اہلون کے ساتھ موافقت کی ہے اور اہل کے ساتھ مخالفت، غیر مستحقین کے ساتھ وہ ہمیشہ وفاداری سے پیش آیا ہے اور مستحقین کے ساتھ بے وفائی سے، رذالت وجہالت کا وہ ہمیشہ دوست رہا اور شرافت وکمال کا دشمن۔

اگر آج زمانہ کی تاریخ سے اس قسم کے شواہد ونظائر یکجا جمع کیے جائین تو معلوم ہوگا کہ ہر زمانہ مین علم وکمال کو فقر وافلاس، تہیدستی وتنگ حالی سے خاص مناسبت رہی ہے اُس کا جمال مقدس ہمیشہ جسم خاک آلودہ، بوریائے شکستہ، گلیم صد پیوند، اور فقر وفاقہ کے ساتھ جلوہ آرا ہوا ہے اور ترفہ وتمول، خوشحالی وعیش کامی اور راحت وآرام کی ہم آغوشی اُسے بہت کم نصیب ہوئی ہے،

امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جن کے علم وفضل کا زندہ ومسلمہ ثبوت "کتاب الصحیح" تا قیامت باقی رہنے والی ہے مدتون جنگل کی بوٹیان کھاکر بسر کی ہے[3]، اور اپنی اس عظیم الشان کتاب کو کہ جس کی مقبولیت وصحت نے اسے وحی الٰہی کے بعد کا درجہ عطا کیا، راتون کو اپنی ناداری وتہیدستی کی وجہ سے چاند کی روشنی مین لکھا ہے[4]،

امام ابو علی البلخی کو جب تنگدستی کی وجہ سے پے درپے فاقے ہونے لگے، اور بھوک نے انھین ضعیف ومعذور کردیا تو وہ نان بائی کے یہان جاکر کھانون کی خوشبو سے اپنی طبیعت بہلایا کرتے تھے[5]،

[1] طبقات الحکما، جلد ۲ صفحہ ۳۴، مطبوعہ مصر، [2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۷، مطبوعہ مصر، [3] مقدمہ فتح الباری مطبوعہ مصر صفحہ ۶۶ ۵، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ امام بخاری، [5] تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد،

مشہور امام وقت و محدث ابو حاتم الرازی کی تنگ حالی کا یہ حال تھا کہ انھین ایک مرتبہ فاقونکی وجہ سے اپنے کپڑے تک بیچ ڈالنا پڑا تھا،[1]

شہرہ آفاق امام المفسرین والمورخین علامہ ابن جریر الطبری کی ایک مرتبہ اپنی تنگدستی کی وجہ سے یہ نوبت ہوئی تھی کہ انھین اپنے کُرتے کی دونون آستینین کاٹ کر فروخت کرنا پڑی تھین،[2]

فاضل اجل شیخ الاسلام ابو العلا الہمدانی کو اتنی بھی مقدرت نہ تھی کہ وہ راتون کو اپنی تحریر و تصنیف کے لیے ایک چراغ تو جلا سکتے چنانچہ وہ راتون مین بغداد کی مسجد کے چراغ کے پاس جو بلندی پر نصب تھا کھڑے کھڑے لکھا کرتے تھے،[3]

یہ تو ہم نے بطور "مشتے نمونہ از خروارے" چند واقعات تاریخ اسلام سے بیان کیے ہین کہ جنکی تعلیم کو یورپ کے مادہ پرست "ترک دنیا" یا بالفاظ دیگر دنیوی معیشت کے عدم اہتمام کا الزام دیتے ہین، آؤ اب ایک نظر ہم یورپ کی تاریخ پر بھی ڈالین کہ خود وہان کے دنیا پرست مدعیان تمدن و ہمدردی کے فضلا و علمار کا اس لحاظ سے کیا حال رہا ہے،

انگلستان[4] کے مشہور شاعر ملٹن کو فقر و افلاس نے یہان تک مجبور کیا تھا کہ اُسے اپنی تمام عمر کی شاہکار پیراڈائز لاسٹ (Paradise Lost) کو صرف پانچ گنی مین بیچ ڈالنا پڑا،

مشہور انگریزی کاتب و شاعر جان ڈریڈن کو اپنی تنگ حالی کی وجہ سے اپنے دس ہزار شعرون کا مجموعہ صرف ۳۰۰ گنیون مین فروخت کرنا پڑا تھا، نیز ایک دوسرے انگریزی مصنف ریچارڈ سیویج نے بھوک اور فاقون سے مجبور ہو کر اپنی تمام تصنیفات صرف دس گنی مین فروخت کی تھین،

مشہور اطالوی شاعر تارکوئیٹو ٹاسو کی کہ جنکی جوش انگیز نظم "آزاد یروشلم" نے یورپ کے ہر خاص و عام سے

۱؎ تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد، ۲؎ ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۸۰، ۳؎ ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۲۰،

۴؎ یہ تمام واقعات امریکہ کے انگریزی رسالہ The Character جلد ۱ نمبر ۱۱ اور بعض دیگر رسائل سے ماخوذ ہین،

خراج تحسین و مقبولیت حاصل کیا تھا تہیدستی سے یہانتک نوبت پہنچی ہے کہ اُس نے ایک فرنک[1] قرض لیکر اور اس سے ایک روٹی خرید کر کامل ایک ہفتہ تک اپنی بھوک کو بہلایا ہے، نیز ایک دوسرے اطالوی شاعر ڈاس مینو نے صرف فاقون سے جان دی ہے،

مشہور اسپینی مصنف سروینٹیس کارمائیکل نے اپنی تمام عمر فقر و فاقہ مین نہایت ذلت و نکبت کیساتھ بسر کی، کارڈینل بنٹی ولیس پر جو یورپ کے علمائے متاخرین مین علم و فضل اور تمول و خوشحالی دونون سے آراستہ تھا ایک وقت ایسا بھی آیا ہے کہ اُسے اپنا مکان و کتب خانہ کوڑیون کے مول فروخت کرنا پڑا ہے،

فرانس کے مشہور شاعر و کاتب ڈی ریار نے تنگدستی سے مجبور ہو کر اپنے اشعار کو فیصدی ایک فرنک کے حساب سے فروخت کیا ہے، ایک دوسرا فرانسیسی شاعر و مصنف کیمیونین اپنے شعرونکو مفلسی کی وجہ سے دربدر لیکر پھرا مگر کوئی بھی اوسکا خریدار نہ ہوا، آخر کار وہ فاقون سے ہلاک ہو گیا،

شہرہ آفاق انشا پرداز پادری و شاعر سیموئیل بٹلیس نے انتہائی فقر و مذلت مین فاقون کی وجہ سے جان دی،

آپ نے اسلام و یورپ کی تواریخ کے لاتعداد لاتحصی شواہد و امثال مین سے ابھی متعدد نظائر پڑھے جس سے ضرور ہے کہ آپ اس نتیجہ پر پہنچے ہونگے کہ دنیا مین علم و کمال اور فقر و افلاس سے نہ صرف خاص مناسبت بلکہ موانست رہی ہے، اگرچہ آپ کو بعض نظائر اس کے خلاف بھی ملین گے لیکن بہت کم و شاذ اور الشاذ کالمعدوم، اس لیے حقیقتاً علم و کمال اور تنگ حالی و افلاس دونون دنیا کے وہ فرزندان توام ہین جو ایک دوسرے سے بہت کم جدا ہوئے ہین، کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے

لیقصد اهل الفضل دون الوری — مصائب الدنیا و آفاتها[2]

کالطیر لا یحبس من بینها — الا التی تطرب اصواتها[3]

۱؎ ایک فرنک دس آنے کے برابر ہوتا ہے، ۲؎ دنیا کے مصائب و آفات عام مخلوق کو چھوڑ کر اہل فضل پر ہی زیادہ آیا کرتے ہین،

۳؎ پرندونکو دیکھو کہ اُن مین سے صرف وہی پکڑے اور قید کیے جاتے ہین جنکی آوازین خوش الحانی کے ساتھ ترنم ریز ہوتی ہین،

اس لیے الفارابی جس پایہ کا فضل وکمال رکھتا تھا ناممکن تھا کہ وہ اپنی زندگی مین اس قسم کے حالات سے دوچار نہ ہوتا، چنانچہ ابن ابی اصیبعہ اُس کے حالات مین لکھتا ہے،

ان الفارابی کان فی اول امرہ ناطورا فی بستان بدمشق وھو علی ذالک دائم الاشتغال بالحکمة والنظر فیھا والتطلع الی آراء المتقدمین وشرح معانیھا وکان ضعیف الحال حتی انہ کان فی اللیل یسھر للمطالعة والتصنیف ویستضیئ بالقندیل الذی للحارس ویبقی کذالک مدة[1]

الفارابی ابتدا مین دمشق کے ایک باغ مین باغبان تھا لیکن اس حال مین بھی وہ حکمت مین غور وخوض کرنے اور متقدمین کی آرا معلوم کرنے اور ان کے معانی کی تشریح کرنے مین ہمیشہ مشغول رہا کرتا تھا نیز وہ نہایت تنگ حال تھا یہانتک کہ جب وہ رات کو مطالعہ اور تصنیف کے لیے جاگا کرتا تو پاسبان کے چراغ کی روشنی سے کام لیا کرتا تھا اور اُسکا یہ حال عرصہ تک رہا ہے،

الفارابی نہایت زاہد، ذکی النفس، اور سلیم الطبع تھا، وہ دنیا سے مجتنب رہا کرتا تھا اور دنیوی امور کی جانب بہت کم متوجہ ہوتا تھا، دنیا سے وہ صرف اس قدر تعلق ضرور رکھتا تھا کہ جس سے وہ اپنے مایحتاج سے مستغنی ہوسکے فلاسفۂ متقدمین کی طرح زندگی بسر کرتا تھا، قانع اس قدر تھا کہ سیف الدولہ جو کچھ اُسے دیا کرتا وہ اُس کو قبول نہین کرتا بلکہ رفع ضروریات کے لیے اس مین سے صرف چار نقرئی درہم یومیہ پر اکتفا کیا کرتا تھا، اس نے کبھی اپنی ہیئت ومنزلت کی جانب توجہ نہین کی اور نہ کسب معاش کی فکر کی، وہ تنہائی پسند تھا لوگون مین بہت کم بیٹھا اوٹھتا تھا، اس لیے بقول ابن خلکان وہ دمشق مین زیادہ تر دریا کے کنارے یا کسی باغ کے گوشہ مین تصنیف وتالیف مین مشغول رہتا تھا، فلسفہ کا بہت دلدادہ تھا ہمیشہ اُس مین مستغرق رہا کرتا تھا،[2] غذا مین بکری کے بچہ کے دل کے آب جوش اور شراب ریحانی کا بہت شایق تھا،[3]

یہ ایک عجیب بات ہو کہ جب ہم ائمہ سلف، اور ارباب کمال کے سوانح وحالات کا مطالعہ کرتے ہین

[1] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر [2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۸۴ مطبوعہ مصر وطبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر [3] ایضاً

تو ان مین سے اکثر کے حالات مین ہم ایک نہ ایک واقعہ کو ایسا محرک حصول کمال ضرور پاتے ہین جس نے حیرت انگیز طریقہ سے اونکی طبائع، عزم وہمت پر وہی کام کیا ہے جو آتش گیر مادہ کے لیے ایک دیاسلائی کیا کرتی ہے اور ایک لمحہ کے اندر اُن کے عزم وارادے، ہمت وطبیعت اور عادات واطوار مین انقلاب پیدا کرکے انھین محنت ومشقت، اور سعی وکوشش کے میدان مین ثبات واستقلال کے ساتھ مصروف پیکار کردیا ہے، جس کے بعد وہ آسمان کمال پر آفتاب بنکر چمکے ہین،

امام غزالی پر حصول کمال کی جد وجہد کے لیے ایک قزاق کے طعنہ ہی نے کام کیا تھا، فن نحو کے یادگار عالم ائمہ کسائی اور سیبویہ پر علم النحو مین درجۂ امامت حاصل کرنے کے لیے بھری مجلسون مین اونکی نحوی غلطیون پر نکتہ چینی کیجانے کی خفت ہی نے اثر کیا تھا، اشبیلیہ کے مشہور طبیب ابوبکر کو فن طب مین کمال حاصل کرنے کے لیے اُن کے کثرت کے ساتھ شطرنج کھیلنے کے وجہ سے "شطرنجی" کے ذلیل لقب ہی نے آمادہ کیا تھا،

الفارابی کے تحصیل علوم فلسفہ کا باعث ومحرک بھی ایک شخص کا ارسطو کی کتاب کے ایک جملہ کا مفہوم کہ جس کو وہ نہین جانتا تھا دریافت کرنا ہی تھا،[1]

(باقی)

[1] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر،

عربی زبان کا فلسفۂ لغت

از مولوی ابو الجلال صاحب ندوی

عربی کے متعلق اکثر مسلمانون کا خیال ہی کہ یہ آسمانی اور الہامی زبان ہی، اور جنت مین سب عربی ہی بولینگے، یہ خیال صحیح ہو یا غلط، لیکن واقعہ یہ ہی کہ صرف عربی ہی ایک زبان ہی جو انسان کی فطری زبان کہی جا سکتی ہے، دنیا مین صدہا زبانین بولی جاتی ہین، ان زبانون کو ہم مختلف گروہون مین تقسیم کر سکتے ہین، ایک گروہ کی زبانون کا اجمالی نام "انڈو یوروپین" ہی، ان زبانون مین سب سے قدیم تر زبان سنسکرت ہی، دوسرے گروہ کی زبانون کا نام "السنہ سامیہ" فرض کیا جاتا ہی، السنہ سامیہ مین سب سے قدیم تر زبان سریانی ہی، مگر وہ سریانی نہین جو آج سے چند ہزار سال قبل بولی جاتی تھی، بلکہ وہ سریانی جسے نوح، یا سامی قبائل کے آبائے اوّلین بولتے تھے، متعارف سریانی سے زیادہ تقاضائے فطرت کے مطابق عربی زبان ہی،

عربی، وہ عربی جس مین قرآن مجید اُترا ہی، قدیم عربی نہین، قرآن تو "عربی مبین" مین اُترا ہی، عربی مبین قبیلۂ قریش کی زبان کا نام ہی، یہ زبان، قبائل مضر کی فصیح ترین زبانون کے چیدہ الفاظ اور ترکیبون کا مجموعہ ہے، چونکہ یہ زبان تمام قبائل عرب کی سمجھ مین بوضاحت آتی تھی اس کا نام "مبین" تھا، ہم جس عربی سے واقف ہین وہ مضر کے سات قبائل کی زبانون سے منقول ہی، یہ قبائل ہمیشہ خانہ بدوش اور غیر شہری رہے، شہریت کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ قومون کی دماغی حالت روز بروز ترقی پذیر ہوتی رہتی ہی، معلومات، احساسات، ضروریات اور اغراض مین روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے، شہریت کے باعث الفاظ مین تراش خراش پیدا ہوتی ہی، لیکن بداوت کا طبعی اقتضا یہ ہی کہ اقوام کی دماغی حالت ساکن ہوتی ہی، ضروریات اور معلومات محدود ہوتی ہین، بہت زیادہ تراش خراش کی

ضرورت نہین پڑتی، نہ دوسری اقوام کی زبانون کا اثر قبول کرنے کی حاجت ہوتی ہی، اس بنا پر بدویون کی زبانین بہت کم تغیر پذیر ہوتی ہین، اور جلد جلد اپنی نوعیت نہین بدلتی رہتین، اس قاعدہ کے مطابق قبائل مضر کی زبانین اپنی اصل سے بہت زیادہ مشابہ ہونگی،

"عربی مبین" جن قبائل کی زبانون سے ماخوذ ہی، وہ باہم بہت مشابہ تھین، صرف چند محاورات اور لہجون یا صیغون کا فرق ہوتا تھا، یہ قبائل اسماعیلی تھے، ان کی زبانین، قدیم قحطانی عربی (جس کی ایک شاخ حمیری ہے) اور عبرانی کے الفاظ اور ترکیبون کا مجموعہ تھی، اس زبان مین قدیم عربی کے الفاظ اور ترکیبون کو ہمیشہ عبری سے آئی ہوئی ترکیبون اور لفظون پر غلبہ رہا، چونکہ جیسا کہ ہم آگے بتائینگے قحطانی اور عبرانی زبانین ایک ہی نسل کی بولیان تھین، یہ دونون باہم بہت مشابہ تھین، اسلیئے اسماعیلی عربون نے عربی مین جن الفاظ اور ترکیبون کا اضافہ کیا، ان مین سے اکثر عربی الفاظ کے ساتھ اس طرح مخلوط ہو گئین کہ اب قحطانی لفظ اور اسماعیلی لفظ مین تمیز کرنا دشوار ہے،

خالص قحطانی زبانون مین سے صرف حمیری زبان کا حال معلوم ہے، عرب کے علماء لغت کی روایتین ظاہر کرتی ہین کہ حمیری زبان مین اعراب نہ تھا، فاعل، مفعول، ظرف وغیرہ کی حالتون کو ظاہر کرنے کے لئے لفظون کی تقدیم و تاخیر سے کام لیا جاتا تھا، مگر اسماعیلی زبانین خاصکر اہل مضر کی زبانین، اعراب اور تقدیم و تاخیر دونون حالتون کی حامل تھین، **مضر** نے فاعل، مفعول، ظرف وغیرہ کی حالتون کو ظاہر کرنے کے لیئے اعراب کو خاص کر لیا، اور تقدیم و تاخیر کے قواعد کو، تاکید، حصر، اور یقین وغیرہ کیفیات کے اظہار کے لیئے مخصوص کیا، اس سے معلوم ہوا کہ قدیم عربی مین بھی اعراب نہ تھا، اعراب کا استعمال اہل عرب کو اسماعیلی نسل کے مستعرب عربون نے سکھایا،

قحطانی زبانین بھی خالص عربی نہ تھین، یہ زبانین تو اعراب بائدہ کی قدیم عربی اور قحطانیون کے ساتھ آئی ہوئی سریانی سے مرکب تھین؛ خالص عربی تو طسم، جدیس اور عمالقہ وغیرہ تباہ شدہ قبائل کی عربی تھی،

اعراب بائدہ کی قدیم زبان جس کو ہم تغلیباً "جرہمی عربی" کے نام سے تعبیر کر سکتے ہین، اِس سریانی سے زیادہ خالص تھی، جسے قحطانی عرب اپنے ساتھ لائے تھے، واقعہ یہ ہی کہ عربی یعنی جرہمی عربی، اور سریانی دونون زبانین کسی ایک زبان کی شاخ ہین، جس کو قوم نوح بولتی تھی، قوم نوح کا وطن سرزمین اشوریہ (اسیریا یعنی عراق) کے قرب وجوار مین تسلیم کیا جاتا ہی، وطن کی نسبت سے نوحؑ کی زبان کا نام بھی سریانی تھا، اس سریانی زبان کی دو شاخین ہو گئین، (۱) عربی، (۲) سوریہ مین بسنے والون کی زبان اس دوسری زبان کا نام بھی سریانی ہے، مگر عہد نوح کی سریانی، بعد کی سریانی سے بہت الگ تھی، ابتدائے عہد کی سریانی کے ساتھ جرہمی عربی کو بعد والی سریانی کی نسبت زیادہ مشابہت ہوگی، کیونکہ سریانی قبائل مین بہت جلد جلد تمدنی ترقیان نمودار ہوئین، ان تمدنی ترقیون کے باعث اون کی زبانین روز بروز تقاضائے فطرت کی مطابقت کو چھوڑتی گئین، عرب مین بھی کچھ نہ کچھ تمدن نمودار ہوا، مگر عربی تمدن کا اثر صرف ساحلی علاقون پر پڑا، اہل عرب کی اصلی زبان ہمیشہ بادیہ نشینون کے لغت کو قرار دیا گیا سریانی قبائل کو اپنی زبانون کا یہ نقص معلوم تھا، اسلئے وہ اعراب بائدہ کی زبانون کو اصلی سریانی کا مکمل چربہ ہونے کے باعث آسمانی زبان تسلیم کرتے تھے،

بہرحال ہماری "عربی مبین" (۱) قدیم عربی (۲) عہد قحطان کی سریانی (۳) عہد اسماعیل کے عبری الفاظ اور ترکیبون سے مرکب ہی، چونکہ یہ تینون زبانین ایک اصل کی شاخین اور ایک ماں کی بیٹیان ہین، لہذا ان کے میل سے جو زبان پیدا ہوئی وہ پھر بھی قدیم سریانی سے بہت مشابہ رہی،

عربی الفاظ دو قسم کے ہین (۱) عربی (۲) معرّب، معرّب الفاظ مین عبری الفاظ بھی داخل ہین، مگر عہد اسماعیل کی عبری اور عہد قحطان کی سریانی زبانون کے الفاظ، قدیم عربی کی شکل مین اِس طرح رُل مل گئے ہین کہ اونکو معرب فرض کرنا غلطی ہی،

عربی زبان کی ایک خصوصیت یہ ہی کہ دیگر سامی زبانون مین جو مادے مستعمل ہین وہ سب عربی زبان مین موجود ہین، اور عربی زبان کے لفظ کی کوئی نہ کوئی شکل اپنی شکل اور صورت جیسے دیگر سامی لفظون کی مرادف ہوتی ہی،

گو یہ ضرور نہین کہ عبری، سُریانی، اور آرامی وغیرہ زبانون مین عربی کے تمام مادے مستعمل ہون"، مولانا عنایت رسول چریاکوٹی رحمہ اللہ سامی نسل کی مختلف زبانون کے ماہر تھے، مندرجۂ بالا الفاظ مین ہم نے جو کچھ کہا ہی وہ انھین کے خیالات ہین،

بہرحال "عربی مبین" باوجودیکہ نہ توام الالسنہ ہی، نہ دنیا کی قدیم ترین زبان، لیکن دنیا کی زبانون مین سب سے زیادہ فطرت کے مطابق ہی، اولین السنہ کے متعلق ہم جن خصائص کو بدلائل فرض کر سکتے ہین، سب کے آثار عربی زبان مین موجود ہین، زبان کے اولین خصائص کے علاوہ، عربی زبان مین جو دوسری خاصیتین ہین وہ فطری خصائص سے قریب تر ہین، عربی زبان کے الفاظ اپنے معانی پر محض فرض واصطلاح اور بخت واتفاق سے دلالت نہین کرتے، بلکہ ہر لفظ اپنے معنے کو چند خاص نوامیس قدرت کے مطابق ظاہر کرتا ہے الفاظ اور معانی مین ربط پیدا ہونے کی وجہین عربی علم الاشتقاق کے اصول پر غامض نظر ڈالنے کے بعد اتقدر واضح ہو سکتی ہین کہ ہم غیر زبانون کے الفاظ کو بھی عقلی طور پر سمجھ لینے کی قوت اور ملکہ پیدا کر سکتے ہین،

(۲)

الفاظ اپنے اندر تین قسم کے معانی رکھتے ہین (۱) نفسی کیفیات (۲) حسی امور، (۳) ذہنی اور اختراعی معلومات، تیسری قسم کے معانی پر دلالت کرنے والے الفاظ ہر زبان مین عموماً اور عربی مین خصوصاً ایسے الفاظ سے معدول ہین جن کو کسی حسی شے، یا نفسی ادراک پر دلالت کرنا چاہیئے، اس کی وجہ یہ ہی کہ انسان کے قوائے ادراک اور اسباب تجربہ نے بتدریج ترقی پائی ہی، اسلئے اس کے ذہنی معلومات، حسی معلومات سے موخر ہین، انسان کی ضرورتین سب سے پہلے حسی چیزون سے وابستہ ہوئین، اِس لئے سب سے پہلے اس نے حسی چیزون کے نام وضع کیئے، اختراعی، انتزاعی، اور معلومات کی تحلیل اور ترکیب سے انسان کے ذہن نے جن نئے مفاہیم کو اخذ کیا وہ مختلف مناسبتون کے ماتحت نفسی کیفیتون اور حسی اشیا پر دلالت کرنے والے الفاظ سے ادا کئے جانے لگے چنانچہ خیالؔ، علمؔ، عامؔ (برس) اور اکؔ وغیرہ الفاظ پر غور کرو، خیال کی اصل

خیالہ (نگرانی) ہی، چونکہ شے کی نگرانی کے لیئے شے کا خیال ضروری ہی اسلیئے خیالہ سے خیال بنا، خود خیالہ بھی کوئی حسی مفہوم نہین ہی، خیالہ کا اصلی ترجمہ گھوڑون کی رکھوالی ہی، جس طرح ابل سے ابالۃ بنا اسی طرح خیل سے خیالۃ بنا، خیل اگرچہ حسی چیز کا نام ہے مگر یہ بھی اصلی لفظ نہین ہی، اشیاء کے نام عموماً صفی نام ہوتے ہین، جن مین سے وصفیت فنا ہوجاتی ہی، خیل کی اصل "خال" ہے، خال ایک خاص قسم کی چال کا نام ہے، یہی لفظ اصل ہی کیونکہ عربی علم الاشتقاق کی رو سے حرف حلقی اور حرف مکرر (ر- ل) کا وہ مجموعہ جس مین کوئی حرف شدید ہو "حرکت" ظاہر کرتا ہی، علم کی ابتدا عَلَم اور علامۃ (نشان) کے ادراک سے ہوئی، دنیا کی قومین عموماً اور اہل عرب خصوصاً ایک لفظ کو بولکر اس کے سبب یا نتیجہ کو مراد لیتے ہین علم "عَلَم" کے پیش نظر ہونے کا نتیجہ ہے، عوم (تیرنا) میع (سیال ہونا) عمایہ (گھٹا ٹوپ ابر) وغیرہ الفاظ بتاتے ہین کہ (ع حرف علت اور میم) کا مجموعہ پانی سے تعلق رکھتا ہی، عام کا اصلی مفہوم بارش رہا ہوگا، جس طرح ماہ، ماس اور month کا مفہوم دنیا نے ماہ، moon اور چاند سے اخذ کیا ہی اسی طرح برس، برشس برشا کال، برشگال، گرگ باراں دیدہ وغیرہ الفاظ صاف بتاتے ہین کہ سال کا مفہوم بارش نے پیدا کیا ادراک (معلوم کرنا) اصل مین درک (پانا) تھا،

بعض نفسی کیفیات بھی حسی امور پر دلالت کرنے والے لفظون سے ادا کی جاتی ہین یقین۔ وثوق یا عدم تشکیک ایک نفسی کیفیت کا نام ہی، اس مفہوم کو ادا کرنے والے الفاظ عموماً (قطع) کے مفہوم سے ماخوذ ہین، مثلاً (قد فعل۔ فعلتہ البتہ۔ اذ فعل (اذ- اذا، ظرف و شرط ہین اور یقین ظاہر کرتے ہین) فعلتہ تقط فعلتہ قطعا، تحتم الامر) مین قد۔ البتہ۔ اذ۔ قط۔ قطعا۔ اور تحتم پر غور کرو اور اس کے بعد قد (چیرنا) بت (پھاڑنا)، اذ (کاٹنا)، قط (کاٹنا) قطع، حتم۔ (توڑنا)، وغیرہ الفاظ کے ساتھ ملاؤ تو حقیقت بے پردہ ہوجائیگی،

تمام حسی معانی بھی اصلی اور غیر منقول الفاظ مین مخفی نہین ہوتے، حسی معانی کی پانچ قسمین ہین (۱) مسموع یعنی آوازین (۲) مرئی جیسے، لمبائی، چوڑائی، موٹائی، رنگ، حرکت فعل۔ فاصلہ وغیرہ (۳) مشموم

جیسے بدبو، خوشبو۔ سونگھنا، یا سونگھنے کی چیزین (۴) ملموس۔ جیسے لمس۔ چکنا۔ منا وغیرہ معانی جن کا تعلق مساس سے ہی (۵) مذوق یعنی زبان سے محسوس کی جانے والی چیزین اور کیفیتین،

ان پانچون قسم کے معلومات کے لیئے اصلی اور حقیقی الفاظ ناممکن ہین، کیونکہ اصلی الفاظ تو وہی ہوسکتے جو آوازون کی نقل یا بعض نفسی تاثرات کا نام ہون،

پیدائش السنہ کی صورت مین اختلاف ہی، اشاعرہ کہتے ہین کہ لفظ و معنے کا ربط انسان کو ابتداءً وحی و توقیف کے ذریعہ سے معلوم ہوا، معتزلہ کہتے ہین کہ آوازین پیدا کرنا تو انسان کو فطرۃً آیا، اسی طرح ادراک معانی کے قوے ہم مین فطری طور پر موجود ہین، معانی اور اصوات مین ربط انسان نے فرض و تسلیم اور وضع و اصطلاح کے طور پر قایم کیا، عباد بن سلمان اور اوس کے مسلک مین شریک معتزلہ کے نزدیک معانی اور الفاظ مین ایک فطری مناسبت ہوتی ہی، یہی مناسبت لفظ و معنے مین ربط قایم ہونے کی علت ہو، ابن جنی کی رائے ہی، کہ دنیا بھر کی زبانون کے اصلی کلمات سنی ہوئی آوازون سے منقول ہین،

معتزلہ کا خیال تو بالکل ناقابل تسلیم ہے، کیونکہ وضع و اصطلاح کے لئے ضروری ہی کہ پہلے سے تخاطب اور تفاہم کے لئے کوئی زبان ہو، جس زمانہ مین کوئی زبان نہ تھی انسان نے تو وضع کے لئے کس طرح ایک دوسرے کو مخاطب کیا؟ اشاعرہ کا مقدس عقیدہ بھی خلاف قیاس ہی کیونکہ زبان کو وحی و الہام پر تقدم حاصل ہی جیسا کہ "ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ" مین اشارہ ہی،

دیلمی نے مسند فردوس مین روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت مجھے آب و گل کی حالت مین دکھائی گئی، اور آدم کی طرح اوس کو بھی تمام اسمار کی تعلیم دی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ خدا نے الہام طبعی کے ذریعہ انسان کو بولنا سکھایا، یعنی ہمارے جبلی خصائص اور فطری قوی مین سے بعض ایسے ہین جن کے ماتحت ہم کو فطرۃً بولنا آیا اور جن نوامیس فطرت کے ماتحت ہم اپنی زبانین سیکھتے ہین اونھین کے ماتحت دنیا کی پہلی آبادی نے بھی بولنا شروع کیا،

ہماری زبانون مین دو قسم کے الفاظ ہین (۱) بعض الفاظ ہماری ان طبعی اور اضطراری آوازون کی نقل معلوم ہوتے ہین جو کسی اچانک نفسی احساس کے نتیجہ کے طور پر خود بخود پیدا ہو جاتی ہی، پھیپھڑے سے ایک تنفس نکلتا ہی اور فضائے صدر سے لیکر لبون تک ٹکراتا ہوا، فضائے قریب مین مل جاتا ہی، اس ٹکرانے سے بسیط یا مرکب کسی قسم کی آواز پیدا ہو جاتی ہی، (۲) بعض الفاظ وہ ہین جنمین مندرجۂ بالا خصوصیت نہین پائی جاتی ہی، یہ الفاظ سنی ہوئی آوازون سے منقول معلوم ہوتے ہین، ایک بچہ کی فطرت پر غور کرو، اوسکی آوازین دو ہی قسم کی ہوتی ہین، (۱) اضطراری (۲) اختیاری، اختیاری آوازین عموماً ماں باپ، بھائی بند اعزا و اقربا سے سنے ہوئے الفاظ، یا دنیا کی کسی شے سے سنی جانے والی آوازون کی نقلین ہوتی ہین، بچون مین نقل و محاکات کی خواہش بہت ہوتی ہی، وہ بے وجہ بھی بعض چیزون کی آوازین دُہرانے لگتے ہین،

اس بنا پر ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہی کہ،

اولین السنہ کے ابتدائی الفاظ دو قسم کے تھے (۱) اصلی یعنی، انسان کے منھ سے خود بخود پیدا ہو جانے والی آوازون کی ارادی شکلین (۲) نقلی یعنی سنی ہوئی آوازون سے منقول الفاظ،

اس بنا پر لفظ کا اصلی مفہوم بعض نفسی تاثرات، سنی ہوئی آوازین، اور لفظ کے مشابہ اصوات کی پیدایش کے اسباب نتائج لوازم اور متعلقات ہی ہو سکتے ہین، لفظ کے جو معانی مندرجۂ بالا پانچ قسمون سے الگ ہون وہ بھی حقیقتاً، واسطہ در واسطہ انھین پانچ قسم کے معانی کا سبب، نتیجہ، لازم، ملزوم یا متعلقات اور اشباہ ہوتے ہین، چونکہ ہر حسی مفہوم پر لفظ حسی آوازون کے اسباب و نتائج اور اشباہ و لوازم ہونے کا اطلاق ضروری نہین اسلئے ہر حسی مفہوم پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی اصلی نہین، ان مین سے اکثر مستعار اور منقول ہین،

عربی زبان کے الفاظ اور اون کے معانی کا ربط تلاش کرنے کی غرض سے لغت پر غور کرو، تو چند دنون کے غور و فکر کے بعد تم خود بتا سکوگے، الفاظ کے حسی موارد جو زبان کے دیگر الفاظ کی بنیاد، یا ابتدائی مدار قرار

پا سکتے صرف چند ہین،

(۱) آوازین (۲) شکست و انقطاع (۳) فاصلہ (۴) حرکت (۵) اقتباس (۶) بو، اور ناک سے تعلق رکھنے والے مفاہیم (۷) درازی اور امتداد (۸) زبان سے متعلق اُمور جیسے چکھنا، چاٹنا، مزہ وغیرہ (۹) تفت (۱۰) تقل (۱۱) حسن و قبح یا پسندیدگی و ناپسندیدگی وغیرہ وہ امور جن کا تعلق اندرونی احساس سے ہی، ان معانی کے علاوہ جس قدر مفاہیم ممکن ہین، وہ آہستہ آہستہ اور بتدریج انھین مفاہیم سے اخذ کئے گئے، اس دعوی کے اثبات کے لئے مختصر دلیلین کافی نہین، زبان کے مکمل اور پے در پے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے،

یہ عجیب بات ہی کہ جس طرح الفاظ کے معانی کی صرف (۱۱) بنیادین فرض کی گئین اسی طرح الفاظ کے صوتی اختلافات کو مد نظر رکھتے ہوئے الفاظ کی بھی صرف ۱۱ قسمین قرار دی جا سکتی ہین،

کیونکہ عربی زبان کے الفاظ کی ۴ قسمین ہین (۱) ایک حرفی (۲) دو حرفی (۳) سہ حرفی (۴) زائد از سہ حروف چوتھی قسم کے الفاظ دو قسم کے ہین، بعض تو وہ ہین جو سہ حرفی لفظون مین چند حروف کے اضافہ، یا کسی حرف کی تضعیف سے پیدا ہوئے، جیسے قاتل، مقتول وغیرہ، بعض وہ ہین جو دو ثلاثی کے باہم ملکر ایک ہو جانے سے پیدا ہوئے ہین، اس قسم کے الفاظ کو منحوت کہتے ہین، رباعی اور خماسی الفاظ عموماً منحوت ہین، لغت عرب کے چہار حرفی اور پنج حرفی الفاظ پر غور کرو تو اون مین سے ۸۰ فیصدی کو بشرطیکہ غیر زبانون سے منقول نہون، دو ثلاثیون مین تحلیل کرنا آسان ہی، جیسے دقدق (دق دق) عصفور (عصے و فر) قصطل (قص و قطل) بحثر (بحث و ثور) بہت زیادہ تمثیلون سے مضمون ثقیل ہو جائیگا، اس لئے ہم انھین چند مثالون پر اکتفا کرتے ہوئے بے تامل اس فیصلہ کو ظاہر کر دینا چاہتے ہین کہ تین حرف سے زیادہ والے الفاظ فرع ہین، اصل نہین،

سہ حرفی لفظون کو عربی زبان کی بنیادی اصلین قرار دیا جاتا ہی، مگر عربی زبان پر غور کرو تو اس کی صدہا مثالین ملین گی، مضاعف، اجوف، معتل، اور وہ سہ حرفی الفاظ جو لام کلمہ کو حذف کر دینے کے بعد

مضاعف کی آواز کے مشابہ ہون ذرا ذرا سے فرقون کے ساتھ تقریباً یکسان معنی ظاہر کرتے ہین، مثلاً غط (غوطہ دینا) غوط (ڈوبنا) تغطی (ڈھانپ لینا۔ ڈوبالینا) غطمر (ڈوبانا) وغیرہ۔ یا مثلاً مس (چھونا مسح (چھونا) مث (غنا) موث (پانی مین کسی چیز کو ملنا) قط۔ قطع۔ قطف۔ قطم سب کاٹنا ظاہر کرتے ہین قص؛ قصل۔ قصم۔ قصب۔ سب تقریباً ہم معنی ہین:۔ اس قسم کی بہتیری مثالین ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ثلاثی الفاظ بھی اصل مین دو حرفی آوازون سے پیدا ہوئے ہین:۔ یک حرفی الفاظ کے متعلق بھی ثابت کیا جا سکتا ہے کہ دو حرفی لفظون کا مخفف ہین،

انسان سب سے پہلے دو حرفی آوازین پیدا کر سکتا ہے، اور سب سے پہلے انسان کو چیزون کی طلب ظاہر کرنی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے، کہ دنیا کی قدیم زبانون مین طلب کے صیغے یعنی امر کے الفاظ دو حرفی ہوتے ہین، یہی دو حرفی امر دیگر ہم آواز لفظون کی اصل تسلیم کیے جاتے ہین، عربی مین اجوف کا امر ہمیشہ دو حرفی ہوتا ہے گو اہل صرف کے مذہب بموجب اس قسم کے امر سہ حرفی لفظ کا مخفف ہوتے ہین مگر واقعہ یہ ہے، کہ تمام ہم آواز لفظون کی اصل یہی دو حرفی امر ہین:۔ دو حرفی لفظون کے ادا کرنے مین، سادہ اور غیر ترقی یافتہ افراد انسان اور بچون کے زبان پر الفاظ کی شکل مختلف صورتون مین کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے،

بعض وقت وہ حروف کی حرکتون کو طویل کر دیتے ہین، مقصور حرکتین، اس وقت سے وجود مین آئین جب سے انسان مین تراش خراش پیدا ہوئی، چونکہ حرکت اصل مین اس روانی کا نام ہے، جو حامل صوت تنفس کا ایک لازمی وصف ہے اس لیے تقاضائے فطرت کے مطابق تو صرف ممدود حرکتین ہین، بہرحال پہلے حرف کی حرکت ممدود ہو کر اسی دو حرفی امر کو سہ حرفی اجوف اور دوسرے حرف کی حرکت کھینچکر اس کو سہ حرفی ناقص بنا دیتی ہے، اگر دوسرے حرف کے مخرج پر احتباس تنفس ذرا طویل ہو جائے تو وہی دو حرفی لفظ سہ حرفی مضاعف ہو جاتا ہے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو حرفی لفظ ادا کرنا چاہتے ہین مگر اونکی آواز غیر اختیاری طور پر کسی تیسرے حرف پر رک جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ عربی زبان مین ثلاثی کے لام کلمہ

اور اجوف و ناقص کے صرف علت کو نظر انداز کرنے کے بعد الفاظ باہم ہم آواز نظر آئین، تو عموماً ان کے معانی مین کچھ خاص قیود معنوی کی کمی اور بیشی کے ساتھ معنوی اتحاد ہوتا ہے:۔

مختصر یہ کہ الفاظ کی ابتدائی اصل دو حرفی آوازین ہین، جو کسی چیز سے سنائی دینی والی آوازون یا انسان کی بعض غیر اضطراری آوازون کی پے بہ پے نقل سے معرض وجود مین آئی تھین، ان آوازون کو ہم چند قسمون مین تقسیم کر سکتے ہین (۱) ہم مخرج حرفون کا مجموعہ (۲) باہم متشابہ حروف سے بنا ہوا لفظ، (۳) دو متباین جنس کے حروف سے بنا ہوا لفظ، چونکہ حروف کی پانچ قسمین ہین، حلقی، حنکی (تالو کے حروف) شجری (ر۔ل۔ن) سنی (دندانی) شفوی (لب کے حروف) اس لیے تیسری قسم کے الفاظ کی دس قسمین ہوئین اس طور پر، الفاظ کی ابتدائی اصلین ۱۲ ہوئین:۔

خلاصہ یہ کہ ہماری زبانون کی ابتدا صرف ۱۱ قسم کے معانی اور ۱۲ قسم کے الفاظ سے ہوئی ہے، اور انھین ۱۲ قسم کے الفاظ سے صدہا زبانین پیدا ہوئین۔

(۳)

دنیا کی اولین زبان سے، مختلف زبانین انھین قوانین فطرت، اور نوامیس الہیہ کے ماتحت پھوٹین جنکی وجہ سے اب بھی ہماری زبانون کے الفاظ، اپنے معانی اور شکلون کو تبدیل کرتے رہتے ہین،

دنیا بھر کی زبانون کے بسیط حروف کو اپنے دماغ مین حاضر کرو تو تم سب کو پانچ جنسون مین تقسیم کر سکتے ہو:۔ ان پانچ جنسون مین سے ہر جنس کے تمام حروف اصلی نہین، اکثر حروف تو ایسے ہونگے جنکو صرف لہجون کے اختلاف نے ایک دوسرے سے الگ کر دیا ورنہ حقیقت اونکی ایک ہے، اصلی حروف وہ ہین جو دنیا بھر کی زبانون مین ادا کیے جا سکتے ہون، اس قسم کے حروف صرف ۱۴ ہین،

ہمزہ، ب، م، ک، ج، ر، ل، ن، ش، د، ی، الف، ذیا (ڈ) ت، (یا ٹ)

ان ۱۴ حرفون کے علاوہ جتنے حروف ہین وہ فرع ہین، اصل نہین:۔ ان ۱۴ حرفون کو باہم ضرب د

تو ۱۹۶ الفاظ پیدا ہون گے، دیلمی نے مسند فردوس مین عطیہ بن بشر سے مرفوع روایت کی ہے خدا نے حضرت آدم کو ہزار اسمائی تعلیم دی تھی، یہ روایت مذہبی حیثیت سے غالبًا واجب التسلیم نہین مگر قرین قیاس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے، اس مین تو کسی عقلمند کو شبہہ نہین ہو سکتا کہ دنیا کی اولین زبان کے الفاظ محدود تھے ہزار کی تعیین کے لیے کوئی عقلی دلیل نہین لیکن اگر ابتدائی زمانہ مین واقعی طور پر انسان انھین چودہ حرفون کو ادا کر سکتا تھا تو اولین زبان کے الفاظ کی تعداد ہزار سے زیادہ بھی نہین ہو سکتی، اس لیے چودہ حرفون سے صرف ۱۹۶ ثنائی بن سکتے ہین، فرض کرو، بالکل ابتدائی عہد مین، ناقص، اجوف اور مضاعف ایک دوسرے سے ممتاز حالت مین پیدا ہو گیے تو ثنائی کی تعداد زیادہ سے زیادہ ۷۸۴، فرض کیجا سکتی:-

باوجود اس کے کہ ایک طرف ہماری روائتین ہم کو اس امر کے باور کرنے پر مجبور کرتی ہین کہ آدمؑ کی زبان چند سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ نہ تھی، پھر بھی بعض مفسرون نے لکھا ہے کہ آدمؑ کو ہر زبان مین اسماء کی تعلیم دی گئی ان کے بیٹے تمام زبانین بولتے تھے جب وہ دور دراز ممالک مین متفرق ہو گیے تو ہر ایک نے ایک زبان کو خاص کر لیا،

اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا مین انسان کی زبان کوئی مستقل نوعیت نہ رکھتی تھی نہ تو الفاظ کے اوزان، صیغے اور شکلین کوئی خاص آواز کی مالک بنی تھین اور نہ الفاظ اور معانی کے ربط مین کوئی استقلال پیدا ہوا تھا:-

یعنی ایک لفظ کو ادا کر کے ایک شخص، لفظ کی سی آواز کے کسی سبب کو مراد لیتا ہو گا تو وہی شخص دوسرے وقت اسی لفظ سے دوسرے سبب کو مراد لیتا ہو گا، ایک شخص لفظ سنکر اپنے دماغ مین آواز کی وجہ پیدائش کو حاضر کرتا، تو دوسرا ان حالات مین سے کسی ایک حالت کو مراد لیتا جو آواز کے سنائی دینے کی حالت مین محسوس ہوئی تھین، ایک مدت تک لفظ اور معنی کا ربط غیر مستقل نوعیت رکھتا ہو گا، آہستہ آہستہ، جب قومین دنیا مین پھیلنے لگین تو ان کے الفاظ اور معانی مین ربط مخصوص ہونے لگا،

اسی طرح الفاظ کی آوازین بھی ابتدائی عہد مین کچھ مستقل نہ ہونگی، ایک ہی شخص کبھی حرف کو حرکت دیتا ہو گا تو کبھی ساکن ادا کرتا ہو گا، کبھی حرف کو بسرعت ادا کرتا ہو گا تو کبھی کسی حرف پر اوسکی آواز محتبس ہو جاتی ہو گی کبھی لفظ کے کسی حرف کو گرا دیتا ہو گا تو کبھی کسی حرف کا اضافہ کر دیتا ہو گا کبھی ایک حرف کو ایک لہجہ سے ادا کیا ہو گا تو کبھی دوسرے لہجہ سے کبھی بعض حرفون کو مشابہ حرفون کے ساتھ بدل دیتا ہو گا آج ایک حرف کو مقدم استعمال کیا ہے تو کل موخر، غرض ابتدائی عہد مین، انسان کو اپنی زبان پر کافی قابو نہ ہو گا، اس کی زبان اکثر لث پٹاتی ہو گی اور غیر شاعرانہ طور پر ایک ہی لفظ کو انسان صدہا لہجون مین ادا کرتا ہو گا، اور کبھی اس کے الفاظ مستقل طور پر کسی خاص مفہوم کو ظاہر کرتے ہونگے لیکن جب دنیا مین نبی نوع مختلف قومون کی شکل مین پھیل گیے تو آہستہ آہستہ ہر قوم نے مستقل لہجے، مستقل صیغے، اور مستقل شکلون کے الفاظ استعمال کرنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ لفظ اور معنے مین مستقل ربط پیدا ہونے لگا،۔ دنیا کی موجودہ زبانون کی اصلین، وہی مستقل زبانین ہین جو بالکل ابتدائی عہد مین، آدم کی غیر مستقل زبان سے پیدا ہوئین،

ابتدا مین دنیا کی تمام زبانین باہم مشابہ ہونگی، ان مین فرق یہ ہو گا ایک قوم مین کسی معنی کے لیے ایک لفظ استعمال کیا جاتا ہو گا، تو دوسری قوم مین اس لفظ کا الٹا:- ایک زبان کا لفظ جن حرفون کے ساتھ ادا کیا جاتا تھا دوسری زبان مین وہی لفظ اس کے مشابہ دوسرے حروف کا مجموعہ ہوتا ہو گا، ایک زبان مین لفظ اپنی جیسی آواز کی کسی علت اور سبب یا نتیجہ کو ظاہر کرتا تو دوسری زبان مین دوسری علت دوسرے سبب یا کسی دوسرے امر لازم کو ظاہر کرتا ہو گا، کوئی لفظ جو ایک قوم کی زبان پر چڑھکر اثباتی مفہوم دیتا ہو گا تو دوسری قوم کی زبان پر چڑھکر سلبی مفہوم یا پہلے مفہوم کی ضد پر دلالت کرتا ہو گا،۔ مثلًا غور کرو، ہندوستان مین دیوتا کا وجود نہایت مقدس ہے، ایران مین "دیو" نہایت خطرناک چیز ہے، عرب "ابر" کو غیم بولتے ہین، تو فارس والے، میغ، ہندوستانی زبان مین میگھا اوتار بارش کا دیوتا ہے۔ عربی کا اب فارسی مین آب ہے ہندوستانی زبان مین اُپ، چنانچہ اپ پا ترم آبخورہ کو کہتے ہین انگریزی مین بھی آب

(غوطہ) بن کر پانی کی ایک خاص کیفیت (جزر) کو ظاہر کرتا ہے:- عربی الفاظ، غار، غور، غرس
وغیرہ کے معانی کے ساتھ، فارسی گور، ہندی، گوڑنا، گاڑنا، گاڑا، اسی طرح اخدود، خدّ، کھودنا، کھندنا، کندن،
قطع کاٹنا۔ Cut، نہی، نہنہ، Nay، No، نے، نا، نہین، نہ، وغیرہ الفاظ صاف طور پر مندرجہ بالا
حقیقت کا اظہار کرتے ہین،

گو اس قسم کی مثالین بہت کم ملین گی لیکن عربی زبان کے علم الاشتقاق پر غائر نظر ڈالنے والے کا
فرض ہو جاتا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل حقایق کو تسلیم کرے،

(۱) مضاعف، اجوف، ناقص، اور صحیح (مثال بھی ایک قسم کا صحیح ہے) دو حرفی امر سے بنے ہین، (۲)
تقریبًا ہم صوت الفاظ کسی زمانہ مین باہم مرادف تھے، مگر جس تدریج کے ساتھ انسانی معلومات مین اضافہ ہوتا
رہا ہر لفظ نیا (مگر اصلی مفہوم سے قریب تر) معنی اختیار کرتا رہا تا آنکہ اب دنیا مین کوئی دو لفظ ایسے نہین جو
ایک زبان مین مرادف ہون۔ عربی زبان مین اب بھی متشابہ الصوت الفاظ کثرت کے ساتھ باہم مشابہ
ہوتے ہین۔ متشابہ الاصوات الفاظ کے مابہ المشابہۃ مفہوم مشترک کو لفظ کے ساتھ خاص مناسبت ہوتی ہے،
مثلاً قتل (مار ڈالنا) قطل (درخت کاٹنا) قضم (دانت سے کھانا) تقدیر اندازہ کرنا، جدا جدا کرنا وغیرہ الفاظ کا
مفہوم مشترک ایک جز کا ٹوٹ کر دو ہونا یا دو چیزون کے درمیان فصل پیدا ہونا ہوتا ہے شکست کی حالت
مین چیزون سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے لفظ کی اصلی شکل سے کس قدر مشابہت ہے (۳) حروف کی ترتیب بدلنے
پر بھی الفاظ کے معانی تقریبًا یکسان رہتے ہین مثلاً ولک (ملنا) لدک (چپکنا) تکلید (تلے اوپر جمع کرنا) تلکد،
چپکنا وکل (مٹی سانا) یہ الفاظ درحقیقت ایک مفہوم یعنی دو جسم کا ایک دوسرے سے اتصال ظاہر کرتے ہین

عربی زبان اور دوسری زبانون مین ایک فرق یہ ہے کہ اس زبان کے الفاظ اپنے معانی کو جن وجوہ اور
اسباب کے ماتحت ظاہر کرتے ہین وہ متشابہ الاصوات الفاظ کے مطالعہ سے بہت تشریح معلوم ہو سکتے ہین۔ فارسی کا لکد (زدن) عربی
عربی تلکد سے ملا کر دیکھو تو اوسکی وجہ دلالت سمجھ مین آسکتی ہے، مگر محض فارسی زبان کا مطالعہ ہم کو اوسکی علت نہین بتا سکتا

ماتر، مادر Mother ماں، پتر، پدر، روسی پتر Father یہ الفاظ انڈو یورپین زبانون کے ہین، تاہم متشابہ ہین اور سب کا مفہوم
ایک ہے، (تر، در، تر) انڈو یوروپین زبانون مین قرابتون کے نام کا عام لاحقہ ہین انکو نکال دو تو صرف ما، اور پا رہ جاتا
ہے یہ الفاظ عربی لفظ اُمّ، اور اَب کا الٹا نظر آتے ہین:- اب الفاظ کی وجہ دلالت معلوم ہو گئی، اس لیے کہ عربی زبان
کے مطالعہ سے اس بات کا صاف پتہ چلتا ہے کہ چونکہ حلقی اور شفوی آوازون پر انسان کو سب سے پہلے قدرت حاصل ہوتی ہے
اس لیے ہماری فطری زبان کے قدیم ترین الفاظ وہی ہین جو حلقی اور شفوی حروف سے مرکب ہون، چونکہ پہلا نفسی ادراک
جس کے اظہار کی خواہش انسان کو ابتدا ہی مین ہونے لگتی ہے محبت ہے، اور چونکہ پہلا احساس جو بچون کو ہو سکتا ہے ہوا اور
پانی کی حرکت ہے، اور سب سے پہلے جس چیز کے ساتھ بچون کی خواہش وابستہ ہو سکتی ہے پانی اور دودھ ہے، اس لیے حلقی شفوی
الفاظ کا خاصہ ہے کہ پانی، دودھ، ہوا، اور ان چیزون کے لوازم یا محبت اور لوازم محبت پر دلالت کرین چنانچہ جو الفاظ میم یا بے
اور کسی حرف حلقی سے ملکر مضاعف، اجوف، یا ناقص کی صورت مین ہون، ان کے اصلی مفاہیم تین ہین، پانی، ہوا، محبت
چنانچہ، ہوا، ہبار، ہب، ہباب، وغیرہ الفاظ ہوا سے تعلق رکھتے ہین، آب (پانی) حباب بلبلہ، ہیام (پیاس)
عوم (تیرنا) ہیع (بہتے رہنا) ماء (پانی) وغیرہ الفاظ پانی کو ظاہر کرتے ہین، حُب، حمیم، عم (چچا) اُم (ماں)
امّہ (اصلی مفہوم کھلائی) حوبہ (مامتا، قرابت) حُرم (رشتہ دار کثرت استعمال نے عورتون کے سسرالی
رشتہ دار کے لیے خاص کر دیا) اَبّ باپ وغیرہ الفاظ کی وجہ دلالت حوبہ یعنی مامتا اور محبت کا اظہار ہے،

دنیا بھر کی زبانون مین عربی ہی ایک زبان ہے جو اب تک تقاضائے فطرت کے مطابق ہے، عربی
زبان کے الفاظ کا غائر مطالعہ کیا جاوے تو انسان کی ادبی اور دماغی ترقیون کی تدریجی رفتار کا غالبًا بالکل صحیح
نقشہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

علم تاریخ کی ایک اہم شاخ

فن تراجم وطبقات

از مولانا عبد السلام ندوی

آج یورپنے فن سوانح نگاری کو جس قدر ترقی دی ہے اُس کے لحاظ سے اگرچہ وہ اوسکی ایجاد کا دعوی کرسکتا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس فن کے موجد مسلمان ہین، اور یورپ نے خود مسلمانون ہی سے بیوگرافی لکھنے کا طریقہ سیکھا ہے، چنانچہ علامہ فرید وجدی کنز العلوم واللغۃ مین لکھتے ہین،

وبما هو جدیر بالتنبیه ان المسلمین	جوبات خاص طور پر تنبیہ کی مستحق ہے وہ یہ ہے
اول الامم تالیفاً للتراجم وعنهم	کہ مسلمانون کی قوم سب سے پہلی قوم ہے جس نے تراجم
اخذ الاوربیون هذا النوع	مین کتابین لکھین اور اس قسم کی تصنیف کا طریقہ
من التصنیف[1]	یورپنے اونھی سے سیکھا،

مسلمانون مین تاریخ عام یعنی سیاسی اور ملکی تاریخون کے لکھنے کا رواج قدرتی طور پر اسلامی فتوحات کے بعد ہوا اور سب سے پہلے تیسری صدی مین مورخ یعقوبی نے تاریخ یعقوبی اور اس کے بعد ابن جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ نے تاریخ طبری لکھی، پھر اس کا عام رواج ہوگیا اور نہایت کثرت سے ملکی تاریخین لکھی گئین، لیکن تراجم وطبقات کی ابتدا اس سے بہت پہلے ہوگئی اور اسلامی تصنیفات کے نہایت ابتدائی زمانے مین حدیث وتفسیر کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک

[1] کنز العلوم واللغۃ صفحہ ۲۲۰،

پر متعدد کتابین لکھی گئین چنانچہ سب سے پہلے عروہ ابن الزبیر المتوفی سنہ ۹۳ھ نے سوانح اقدس کو کتاب کی صورت مین مدون کیا، اس کے بعد وہب بن منبہ المتوفی سنہ ۱۱۶ھ اور محمد بن اسحاق المتوفی سنہ ۱۵۱ھ نے اونکی تقلید کی اور اس طرح تاریخ عام کے وجود مین آنے سے پہلے فن تراجم وطبقات کا عمدہ نمونہ مسلمانون کے سامنے آگیا، اور آگے چل کر انھون نے اوسکو اس قدر ترقی دی کہ وہ اونکا خاص فن بنگیا، اگرچہ آج یورپ مین جو بہترین سوانح عمریان لکھی جاتی ہین اور خود ہندوستان مین جو سوانح عمریان یورپین انداز مین لکھی گئی ہین اونکے مقابلہ مین اسلامی تاریخ کی یہ خاص شاخ بظاہر زیادہ بارآور نہین معلوم ہوتی، کیونکہ اکثر لوگون کے حالات نہایت اجمال کے ساتھ لکھے گیے ہین، متعدد اشخاص کے نام کے ساتھ صرف اونکی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات ہی پر اکتفا کیا گیا ہے، اکثر غیر مشہور لوگون کے حالات ان کتابون مین درج ہین، علما دفقہا سے گذر کر شہسوارون اور گویون تک کے حالات مین کتابین لکھی گئی ہین، لیکن با اینہمہ اس فن کو یورپ کے موجودہ طرز سوانح نگاری پر متعدد حیثیتون سے ترجیح حاصل ہے، مثلاً

(۱) علمی اور تمدنی ترقی کے زمانے مین انسانون کے مختلف طبقات قائم ہوجاتے ہین مثلاً، علمار فقہار، شعرار، حکمار، اطبا، اور متکلمین وغیرہ کی الگ الگ جماعت قائم ہوجاتی ہے اور اگرچہ ان مین مشہور اور غیر مشہور ہر قسم کے لوگ شامل ہوتے ہین، تاہم اپنے اپنے دور مین ان مین ہر شخص کے کچھ نہ کچھ کارنامے ہوتے ہین، ہر شخص کچھ نہ کچھ اثر رکھتا ہے، ہر شخص کے مختلف تعلقات ہوتے ہین، کوئی کسی خاص شخص کا مقلد ہوتا ہے کوئی نئی ایجاد کرتا ہے، کوئی قوم کے سامنے نیا نظریہ پیش کرتا ہے، غرض ہر طبقہ ہر جماعت، اور ہر فرقہ کی الگ الگ خصوصیات ہوتی ہین اور ان سب کے پیش نظر رکھ لینے کے بعد اوس دور کی علمی تمدنی اور اخلاقی تاریخ کے ایک ایک خال وخط نمایان ہو جاتے ہین، یورپنے اگرچہ آج فن سوانح نگاری کو بہت کچھ ترقی دی ہے، تاہم یہ سوانح عمریان اکثر صرف مشہور اشخاص سے تعلق رکھتی ہین؛ ملک مین جو مختلف جماعتین قائم ہین × مجموعی طور پر ان کے حالات مین کتابین لکھنا اس زمانہ کے

فن سوانح نگاری کے دائرے سے خارج ہے، اس لیے اگر اس زمانے مین کسی خاص طبقہ، یا کسی خاص جماعت کے کارنامون کی مجموعی تاریخ مرتب کرنا چاہین تو یہ سوانح عمریان تقریباً بیکار ثابت ہونگی لیکن مسلمانون نے جماعت کے الگ الگ طبقات قائم کیے ہین اور ان کے ایک ایک فرد کے حالات جہان تک مل سکے ہین لکھے ہین، مثلاً

علم اخبار الانبیاء،	مسلمانون نے اس مین متعدد کتابین لکھی ہین جن مین ایک ابن جوزی کی کتاب قصص الانبیاء ہے،
علم تاریخ الخلفاء	یہ بھی فن تاریخ کی ایک مستقل شاخ ہے، اور اس فن مین جو کتابین لکھی گئی ہین ان مین بعض نے تو صرف خلفائے راشدین کے حالات لکھے ہین، اور بعض نے خلفائے امویہ اور خلفائے عباسیہ کو بھی شامل کر لیا ہے،
علم طبقات القراء	صحابہ کے زمانہ سے لیکر تبع تابعین کے زمانے تک جس قدر قراء اور ان کے شیوخ و رواۃ گذرے ہین، ان سب کے حالات اس شاخ کی کتابون مین لکھے گیے ہین،
علم طبقات المفسرین	اس مین مفسرین کے طبقات کا حال لکھا گیا ہے،
علم طبقات المحدثین	اس شاخ کو صرف محدثین کے حالات سے تعلق ہے،
علم سیر الصحابۃ والتابعین	اس کو صرف صحابہ اور تابعین کے حالات سے تعلق ہے،
علم طبقات الشافعیہ	اس شاخ مین بکثرت کتابین لکھی گئی ہین جن مین علمائے شافعیہ کے حالات جمع کیے گئے ہین،
علم طبقات الحنفیہ،	اس مین صرف علمائے حنفیہ کے حالات مندرج ہین، اور اس شاخ مین متعدد کتابین لکھی گئی ہین، مثلاً الجواہر المضیہ نے طبقات الحنفیہ، مختصر قاسم مین قطلوبغا، وغیرہ،

علم طبقات المالکیہ	مالکی علماء کے حالات مین،
علم طبقات الحنابلہ،	حنبلی علما کے حالات مین،
علم طبقات النحاۃ،	نحویون کے حالات مین، اس مین متعدد لوگون نے ضخیم کتابین لکھی ہین، مثلاً یاقوت حموی، مجدالدین شیرازی، صلاح الدین الصفدی اور جلال الدین سیوطی وغیرہ،
علم طبقات الحکماء،	حکماء کے حالات مین، اس موضوع پر متعدد کتابین لکھی گئی ہین، مثلاً صوان الحکمۃ لابن صاعد الاندلسی، طبقات الحکما شہرزوری، اخبار الحکما قفطی،
علم طبقات الاطباء،	اطباء کے حالات مین ابن ابی اصیبعہ کی کتاب عیون الانباء فی طبقات الاطباء نہایت مشہور کتاب ہے،
علم طبقات الشعراء	اس مین شعراء کے حالات درج ہین، مثلاً کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبہ، وغیرہ
علم طبقات المتکلمین	متکلمین کے حالات ہین،

خاص خاص جماعتون کے علاوہ مسلمانون نے بالکل جدید طرز پر مختلف قومون کے الگ الگ طبقات قائم کیے ہین، اور انکی علمی اور اخلاقی خصوصیتون کو الگ الگ نمایان کیا ہے، مثلاً ابن صاعد الاندلسی نے علوم وفنون کی تاریخ مین طبقات الامم کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس مین ہر قوم کے علمی کارنامے بیان کیے ہین، خود علوم وفنون کے بھی الگ الگ طبقات قائم کیے گئے ہین،

اور ان پر طبقات العلوم کے نام سے الگ الگ کتابین لکھی گئی ہین،

(۲) تاریخ کے لفظ سے عام طور پر تاریخ عام مراد ہوتی ہے، یہی وجہ ہو کہ مسلمانون نے فن تراجم وطبقات کو تاریخ سے الگ ایک مستقل شاخ قرار دیا ہے، لیکن صاحب الظنون نے اسکو بھی فن تاریخ ہی مین داخل کرلیا ہے اور لکھا ہے کہ موضوع تاریخ کے لحاظ سے اس کے الگ کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے، بہر حال یورپ نے فن تاریخ سے تاریخ عام ہی مراد لیا ہے، اور مسلمانونکی عام تاریخون مین چونکہ زیادہ تر جنگ و جدل کے واقعات ہوتے ہین، اس لیے یورپ نے مسلمانون کی تاریخون کو "قصائی کی دوکان" کا خطاب دیا ہے، لیکن اگر تاریخ کے ساتھ فن طبقات وتراجم کو بھی شامل کرلیا جائے تو یورپ کا یہ اعتراض بالکل اٹھ جاتا ہے، کیونکہ فن طبقات مین صرف اشخاص کے حالات ہی نہین لکھے جاتے بلکہ اسی کے ساتھ ان کے علمی تمدنی اور مذہبی کارنامے بھی ضمنی طور پر مذکور ہوتے ہین، اس لیے ان تراجم کے ذریعہ سے مسلمانون کی علمی تمدنی اور مذہبی تاریخون کے متعلق اس کثرت سے مفید معلومات حاصل ہوتی ہین کہ اگر ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مختلف عنوانات کے تحت مین جمع کردیا جائے تو ان کے ذریعہ سے مسلمانون کی علمی، تمدنی اور مذہبی تاریخ مرتب ہوسکتی ہے، مثلاً عام اسلامی تاریخون سے یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ مسلمانون نے غیر قومون کی علمی کتابون کے کس قدر ترجمے کیے؟ کس قدر شفاخانے بنوائے؟ اور اسلامی فرقون پر کن کن قومون کے عقائد وخیالات کا اثر پڑا؟ لیکن طبقات وتراجم سے یہ مشکل نہایت آسانی کے ساتھ حل ہوجاتی ہے، چنانچہ ان کتابون مین جابجا ان معلومات کا ضمنی تذکرہ جس طرح کیا گیا ہے، ان کے متعلق ہم چند مثالین اس موقع پر درج کرتے ہین،

(۱) ابو سلیمان منطقی سجستانی کا بیان ہے کہ بنو منجم کتابون کی نقل کرنے والی ایک جماعت کو جن مین حنین ابن اسحاق، حبیش بن الحسن، اور ثابت بن قرہ شامل ہین، وظائف دیتے تھے اور ان کے لیے بغرض نقل، ترجمہ، اور ملازمت خدمت پانچسو دینار ماہوار مقرر کیا تھا،

اس کے بعد ملک روم سے جن لوگون نے کتابین ڈھونڈھ کے نکالین وہ محمد، احمد اور حسن بنو موسیٰ بن الشاکر المنجم تھے، اور ان کے واقعات ان کے تراجم مین آئینگے، ان لوگون نے اس معاملہ مین بڑی بڑی فیاضیان کین اور فلسفہ، ہندسہ، موسیقی، ارثمیٹک اور طب وغیرہ کی نہایت نادر نادر کتابین جمع کین[1]،

اسکندر افرودیسی اپنے زمانے کا فلسفی تھا، اور ارسطو کی بہت سی کتابونکی شرحین لکھی تھین، اور رومی سلطنت کے زمانے مین، اور مسلمانون کی قوم مین لوگ ان شرحون کا بڑا شوق رکھتے تھے، اور ہمارے زمانے مین بھی جو لوگ ان کا ذوق رکھتے ہین وہ ان کے مشتاق رہتے ہین، یحیی بن عدی فیلسوف کا بیان ہے کہ اسکندر نے سماع طبیعی اور برہان کی جو شرح کی تھی مین نے ان دونون شرحون کو ابراہیم بن عبداللہ الناقد النصرانی کے ترکہ مین دیکھا تھا اور یہ دونون شرحین میرے سامنے ایک سو بیس دینار پر بغرض فروخت پیش کیگئی تھین، مین اشرفیون کا سامان کرنے گیا لیکن پلٹا تو دیکھا کہ لوگون نے اور کتابون کے سلسلے مین ان کو تین ہزار دینار پر ایک خراسانی شخص کے ہاتھ فروخت کردیا، یحیی ابن عدی کا یہ بھی بیان ہے کہ مین نے ابراہیم بن عبداللہ الناقد سے فص سوفسطیقا، فص الخطابۃ اور فص الشعراء کو بھی جنکو اسحاق نے نقل کیا تھا، مانگا لیکن اس نے ان کو فروخت نہین کیا اور لوگون نے اس کے وفات کے وقت ان کو جلا دیا، تحصیل علوم اور تحفظ علوم کے متعلق لوگون کی اس ہمت کو دیکھو، اگر ہمارے زمانے مین یہ کتابین لائی جائین اور مدعیان علم کے سامنے پیش کیجائین تو یہ لوگ ان کے عشر عشیر بھی قیمت نہ دے سکین گے[2]

ثابت بن سنان راضی کا مخصوص طبیب اور بغداد کے شفاخانے کا مہتمم تھا،[3]

---

[1] اخبار الحکماء قفطی تذکرہ ارسطو [2] ایضاً تذکرہ اسکندر افرودیسی، [3] اخبار الحکماء تذکرہ ثابت بن سنان،

عضد الدولہ جب بغداد مین آیا تو جبرائیل بن عبید اللہ بن بختیشوع بھی منجملہ خواص کے اوس کے ساتھ
تھا، عضد الدولہ نے شفاخانے کی تجدید کی تو جبرائیل کو دو وظیفے ملنے لگے ایک وظیفہ خواص جبکی
تعداد ۳۰۰ درہم شجاعیہ تھی، اور تین سو درہم شجاعیہ شفاخانے کے تعلق سے[1]،

عضد الدولہ نے بغداد مین جو شفاخانہ قائم کیا تھا اس مین نظیف ا لنفس کو منجملہ اون
۲۴ طبیبون کے جو مریضون کے علاج کے لیے مقرر تھے مقرر کیا تھا[2]،

ابیذقلیس داؤد علیہ السلام کے زمانے مین تھا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے شام
مین لقمان حکیم سے حکمت سیکھی پھر وہان سے پلٹ کر یونان مین آیا تو خلقت عالم کے متعلق
بعض باتین ایسی کہین جو بظاہر معاد کے مخالف تھین، فرقہ باطنیہ مین بعض لوگ اوسکی رائے
کے قائل ہین اور اس کے مذہب کے معتقد ہے چنانچہ اہل قرطبہ مین محمد بن عبد اللہ الجبلی الباطنی
اس کے مذہب کی طرف خاص طور پر منسوب ہے، وہ اس کے فلسفہ کا شیدائی تھا اور ہمیشہ
اس کا درس دیا کرتا تھا[3]،

مذہب صفات مین ابو الہذیل بصری نے بھی اسی کا مذہب اختیار کیا ہے[3] مسعود بن
ابی محمد بظاہر معتزلی المذہب تھا، لیکن درحقیقت حکماء کے عقائد کا معتقد تھا[4]،

ہم نے یہ چند مثالین بطور نمونہ کے صرف ایک کتاب اخبار الحکماء سے نقل کر دی ہین، ورنہ یہ کتاب
اس قسم کی مختلف معلومات سے لبریز ہے، اور طبقات و تراجم کی کتابون مین اس قسم کی ضمنی معلومات کا
کافی ذخیرہ موجود ہے، اس لیے اگر کوئی شخص، اسلامی علوم و فنون، اسلامی تمدن، اور اسلامی اخلاق
و معاشرت کی تاریخ لکھنا چاہے تو صرف ان کتابون کی مدد سے نہایت صحت و جامعیت کے ساتھ لکھ
سکتا ہے، ان کتابون مین اگرچہ تمام طبقات اسلامیہ کے علمی و تمدنی اور اخلاقی کارنامے خود بخود

[1] اخبار الحکماء تذکرہ جبرائیل [2] کتاب مذکور تذکرہ نظیف النفس [3] ر تذکرہ ابیذقلیس، [4] ایضاً تذکرہ مسعود بن ابی محمد،

متفرق طور پر آجاتے ہین، تاہم بعض تذکرہ نویسون نے خصوصیت کے ساتھ اس کا لحاظ رکھا ہے، اس لیے اونکی
کتاب اس قسم کے علمی اور تاریخی نکات کا بہترین مجموعہ بنگئی ہے، مثلاً علامہ تاج الدین سبکی کی طبقات
الشافعیہ کا مقصد تراجم کے علاوہ اسی قسم کی معلومات کا جمع کرنا ہے، چنانچہ وہ خود طبقات الوسطیٰ مین لکھتے ہین

ہم نے اس فن مین ایک مبسوط کتاب لکھی ہے، جو اپنے مقاصد پر نہایت جامعیت
کے ساتھ حاوی ہے، کیونکہ ہم نہایت مناسب طریقہ پر کسی آدمی کا تذکرہ لکھتے ہین، مثلاً
اگر ایک شخص ایسا ہے کہ اس پر فقہ غالب ہے، اور روایت حدیث اُس سے کم ہے تو ہم نہایت
کوشش سے اوسکی حدیثین نکالتے ہین، بسا اوقات بعض لوگون کے حالات مین ہم کسی
عظیم الشان واقعہ کا ذکر کرتے ہین تو اوسکی شرح و تفصیل بھی کر دیتے ہین، ان باتون کے
ساتھ یہ کتاب، حکایات، اشعار، اور لطائف و نوادر سے خالی نہین ہے، اس کتاب سے ہمارا
سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کے حال مین ہم ایسے عجیب و غریب مضمون کا جسکی طرف وہ
گیا ہے، یا کسی ایسی وجہ ضعیف کا جو اوسکی طرف منسوب کیگئی ہے، یا کسی ایسے عجیب مسئلہ کا
جس کو اوس نے اپنی کسی کتاب مین بیان کیا ہے، یا اُس کے متعلق بیان کیا گیا ہے، ذکر کرین
اور یہ معلوم ہے کہ یہ ایک ایسا مقصد ہے کہ جب تک ایک زمانہ نہ صرف کر لیا جائے، اور
سخت تحقیقات نہ کیجائے وہ حاصل نہین ہو سکتا، بعض اوقات اکثر لوگون کے درمیان
مناظرے پیش آگئے ہین، اس لیے جس طور پر وہ واقع ہوئے ہین ہم نے اسی طریقہ پر اُنکی
تفصیل کی ہے، اور اُس کے پیش آجانے کا سبب بتایا ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک حدیث
فقہ اور ادب کی کتاب بن جائے[1]،

اس کے بعد اونھون نے اُن تمام کتابون کے نام گنائے ہین جو ان کے زمانے تک علمائے شافعیہ

[1] کشف الظنون جلد ۲ صفحہ ۹۱،

کے حالات مین لکھی گئی تھین، اوران سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اونھون نے اس کتاب کو کس وسعت، کس جامعیت اور کس تحقیق کے ساتھ لکھا ہے،

(۳) فن طبقات پر جو کتابین لکھی گئی ہین ان کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ زمانے نے مسلمانون کی علمی تاریخ اور علمی حالات مین کسقدر انقلاب پیدا کر دیا ہے، مثلاً اس زمانے مین نحوی اوس شخص کو کہتے ہین جو نحو کی چند کتابون کا عالم ہو، بلکہ صرف کافیہ اور اوس کے شروح وحواشی کی مہارت تامہ بھی ایک شخص کو فن نحو کا ایک جید عالم بنا سکتی ہے، لیکن قدیم زمانے مین نحوی اوس شخص کو کہتے تھے جو لغت، ادب، امثال اور اشعار عرب کا سب سے بڑا حافظ ہوتا تھا، چنانچہ اس موقع پر ہم بعض نحاۃ کے حالات نقل کرتے ہین جن سے اندازہ ہوگا کہ امتداد زمانہ نے ہماری علمی حالت کس قدر بدل دی ہے،

محمد بن علی بن یوسف قرآن مجید مین عالی الاسناد اور اپنے زمانے مین لغت کا عالم تھا، وہ کہتا تھا کہ مین لغت کو دو طریقے سے جانتا ہون، ایک یہ کہ اس کے معنی اور شاہد دونون کو جانتا ہون اور دوسرے یہ کہ اوس کو کیون کر بولتے ہون،

محمد بن علی بن ہانی عربیت کا بہت بڑا امام، اور لوگون کے اقوال کا حافظ تھا، اور دلائل اوس کے پاس موجود رہتے تھے، اور علم ادب کا سرچشمہ تھا،

محمد بن سلیمان مین مختلف فضائل جمع تھے، اور ہر فن مین کافی مہارت رکھتا تھا، نحو، لغت اخبار الامم اور اشعار کے ساتھ اقلیدس اور ہندسہ کے حل کرنے مین بھی کافی دستگاہ رکھتا تھا،

طاہر بن احمد فنون عربیت اور فصاحت زبان مین نہایت مشہور تھا عراق مین موتی کی تجارت کرنے آیا اور وہان کے علماء سے علم حاصل کر کے مصر گیا اور دفتر مراسلات مین ملازمت کرلی، اوس کا کام صرف یہ تھا کہ دفتر سے جو خطوط جاری ہوتے تھے اون مین، ہجے، نحو یا لغت کی جو غلطیان ہوتی تھین اونکی اصلاح کرتا تھا[1]،

[1] بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کے ملکی دفتر کس قدر باقاعدہ ہوتے تھے صرف نحو ہی کی خصوصیت نہین بلکہ ہر زمانے مین علمائے اسلام کے جو حالات لکھے گئے ہین اگر اون کو بالترتیب پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ درجہ بدرجہ اسلامی علوم وفنون کی تاریخ مین کسقدر تنزل پیدا ہو گیا ہے، قدیم زمانہ کے علماء کے لیے تصنیف وتالیف ایک نہایت ضروری چیز تھی، اور تقریباً ہر عالم کے حال مین اونکی کسی نہ کسی کتاب کا نام ضرور آتا ہے، اکثر لوگ تو صرف ایک دو کتابون پر قناعت نہین کرتے تھے بلکہ کتابونکا ایک عظیم الشان ذخیرہ فراہم کر دیتے تھے، اگر آج یہ تمام کتابین ہمارے ہاتھ آجائین تو اون سے موجودہ سرمایہ علمیہ کو قطرہ و دریا کی نسبت ہوگی، لیکن آج یہ کتابین اور آج ایسے علماء کہان ہین؟

(۴) فن تراجم وطبقات کے ذریعہ سے ایک اور طریقہ سے بھی مسلمانون کی علمی تاریخ کے مدارج ایجادات واختراعات، اور تغیرات وانقلابات کا حال معلوم ہو سکتا ہے، مثلاً جس طرح مختلف قومون، مختلف ملکون، اور مختلف زمانون کے اخلاق وعادات مختلف ہوتے ہین، اسی طرح اونکی دماغی حالتین بھی مختلف ہوتی ہین، اس لیے ایک علم جب کسی ملک کسی قوم، یا کسی خاص دور سے منتقل ہو کر کسی دوسرے ملک یا دوسری قوم یا دوسرے زمانے مین جاتا ہے تو اوس مین خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ تغیر وانقلاب پیدا ہو جاتا ہے، اور فن طبقات وتراجم کے ذریعہ سے ان انقلابات وتغیرات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے، کیونکہ مسلمانون نے مختلف ملکون، مختلف قومون اور مختلف زمانون کے لوگون کے حالات مین الگ الگ کتابین لکھی ہین، چنانچہ ہم اس موقع پر ان مین چند کتابون کے نام درج کرتے ہین،

کتاب	کیفیت
طبقات الخواص	اس مین صرف مشائخ یمن کا حال درج ہے،
یتیمۃ الدہر فی محاسن شعراء العصر	اس مین صرف ہمعصر شعراء کا حال ہے،
دمیۃ القصر وعصرۃ اہل العصر	″
زینۃ الدہر فی لطائف شعراء العصر	″

کتاب الانموذج لابن رشیق،	شعرار قیروان کے حالات مین ہے،
طبقات الشعرار لعثمان ابن ربیعۃ الاندلسی	شعرار اندلس کے حالات مین ہے،
اخبار قضاۃ مصر واذیالہ	قضاۃ مصر کے حال مین
اخبار قضاۃ بغداد	قضاۃ بغداد کے حال مین
اخبار قضاۃ البصرہ	قضاۃ بصرہ کے حال مین
اخبار قضاۃ قرطبہ	قضاۃ قرطبہ کے حال مین

اوران کتابون کے ذریعہ سے مختلف قومون، مختلف ملکون اور مختلف زمانون کے بہت سے علمی کارنامے معلوم ہوسکتے ہین،

(۵) اسلام مین امرار وسلاطین کے گروہ کو یورپین مصنفین نے خاص طور پر بدنام کیا ہے، اور اونکی عیاشی وسیہ کاری اور غفلت شعاری کی داستان کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، ہماری عام ملکی تاریخون کا یہ انداز ہے کہ مسند نشینی، عمال کے رد و بدل، اور جنگ وجدال کے واقعات کو تو نہایت پھیلا کر لکھتے ہین لیکن امرار وسلاطین کے تدبر، انتظام سیاست، اخلاق وعادات اور عام ملکی بہبودی کے واقعات کا کوئی خاص باب نہین باندھتے بلکہ آخر مین نہایت اجمال کے ساتھ ان تمام چیزون کا بھی ذکر کر دیتے ہین، بعض درباریون نے بے شبہہ خاص خاص بادشاہون کے جو حالات لکھے ہین اون مین اونکی تمام اخلاقی ملکی اور علمی خصوصیات کے لیے الگ الگ عنوان قائم کیے ہین، لیکن اولاً تو اس قسم کی تاریخین صرف چند بادشاہون کی لکھی گئی ہین، دوسرے ان مین خوشامد وتملق کا سوءِ ظن باقی رہتا ہے، اس لیے ملکی تاریخون سے یورپین مورخین کا یہ اعتراض نہین اوٹھ سکتا، لیکن طبقات وتراجم کی کتابون سے یہ کمی بہت کچھ پوری ہوجاتی ہے، اسلام مین بہت سے امرار وسلاطین، امیر اور بادشاہ ہونے کے ساتھ فقیہ، متکلم، حکیم، شاعر اور عالم ہوئے ہین، اس لیے اس حیثیت سے طبقات کی کتابون مین اون کا ذکر آیا ہے

اور ان کے علمی کارنامے نمایان کیے گیے ہین، ان بادشاہون نے علمار، فقہار، حکمار، اور شعرار کے ساتھ صحبتین رکھی ہین، اون کے ساتھ علمی مباحثے کیے ہین، ان پر نکتہ چینیان کی ہین، ان کے وظائف مقرر کیے ہین بہ کثرت شفاخانے، رصدخانے اور مدرسے قائم کئے ہین اور بہ کثرت اطبار، حکمار، اور علمار کو اونکی نگرانی اور انتظام کے لیے مقرر کیا ہے، اکثر کتابون کے لکھنے کی فرمایشین کی ہین اکثر کتابون کو خود علمار نے اون کے نام پر معنون کیا ہے، اور اس قسم کے واقعات ہماری ملکی تاریخون مین نہین مل سکتے بلکہ طبقات وتراجم کی کتابون مین انھی اطبار، حکمار، علما اور شعرا کے حالات مین ضمنی طور پر مل جاتے ہین، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے امرار وسلاطین صرف عیاشی اور سیہ کاری مین مشغول نہین رہتے تھے، بلکہ انھون نے سینکڑون علمی، تمدنی اور اخلاقی کام کیے ہین، اور ایشیا کا گوشہ گوشہ ان کے ان احسانات کی یادگارون سے لبریز ہے

(۶) ہر قوم مین مورخین کی ایک جماعت ہوتی ہے، اور خود اسلام مین بھی مورخین کی ایک جماعت موجود تھی، لیکن فن طبقات وتراجم کا یہ خاص احسان ہے کہ اس نے مسلمانون کی ہر علمی جماعت کو ایک حد تک مورخ بنادیا، مثلاً فقہار نے فقہار کے حالات لکھے، حکمار نے حکمار کے حالات قلمبند کیے، شعرار نے شاعرون کے حالات مین کتابین لکھین، صوفیہ نے صوفیون کے حالات کو لکھا، غرض اس فن نے مسلمانون کی ہر علمی جماعت کو مورخ بنادیا، یہی وجہ ہے کہ اخیر دور مین جب مسلمانون کی تمام علمی طاقتون مین زوال آگیا، صرف یہی ایک فن زندہ رہگیا، اور مولوی غلام علی آزاد وغیرہ نے علما وشعرار کے حالات مین متعدد تذکرے لکھے، اور آج بھی یہ ذوق مسلمانون مین قائم ہے،

(۷) غرض فن طبقات وتراجم علم تاریخ کی ایک ایسی شاخ ہے، جس کے ذریعہ سے مسلمانونکی علمی، تمدنی، اور اخلاقی تاریخ کے تمام ابواب کے قائم کرنے مین کافی مدد مل سکتی ہے اور ہماری ملکی تاریخون مین جو کمی ہے، وہ ان کے ذریعہ سے پوری ہوسکتی ہے، البتہ موجودہ مذاق کے مطابق اس فن پر صرف یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اس مین حالات اس قدر اختصار کے ساتھ مذکور ہوتے ہین کہ ان سے بالکل تشفی نہین ہو

اوران کے ذریعہ سے کسی شخص کی مستقل سوانح عمری نہین لکھی جاسکتی، لیکن اوّلاً تو علما و حکما کے حالات ہی نہایت مختصر ہوتے ہین، پیدا ہوئے، تعلیم پائی، تعلیم دی، کتابین لکھین، کسی مدرسہ یا دربار مین ملازم ہوگئے، وفات پائی، اور فلان مقام پر مدفون ہوئے، یہی ان لوگون کے حالات ہین اور یہ تمام حالات فن طبقات کی کتابون مین مل جاتے ہین، ثانیاً یہ کہ اس زمانے مین حالات سے زیادہ لوگون کے کارنامون پر ریویو کیا جاتا ہے، اور یہی حصہ اس زمانے کی بہترین سوانح عمریون کا خاص حصہ خیال کیا جاتا ہے لیکن قدیم زمانے مین تنقید تاریخ نے اس قدر ترقی نہین کی تھی تاہم انھی کتابون سے یہ کمی مختلف حیثیتون سے پوری کیجاسکتی ہے مثلاً ایک شخص کے متعدد شیوخ، اساتذہ، معاصرین اور ہمدرس ہوتے ہین، وہ مختلف لوگون سے تعلقات رکھتا ہو، اسی طبقہ مین سے ایک جماعت اوسکی مخالف ہوتی ہے اور اس پر نکتہ چینی کرتی ہے، اور چونکہ ان تمام لوگون کے حالات طبقات کی کتابون مین ملتے ہین، اس لیے اگر اُس کے ساتھ ان لوگون کے حالات کا بھی مطالعہ کیا جائے تو بہت سی باتین ایسی مل جاتی ہین جن سے موجودہ طرز پر اوسکی سوانح عمری کے مرتب کرنے مین مدد ملتی ہے، بہرحال باوجود اس کمی کے اس شاخ کو تاریخ سے الگ کر کے نظرانداز نہین کیا جاسکتا بلکہ اگر یہ صحیح ہے کہ اسلام دنیا مین صرف مذہب، علم اور اخلاق کی اشاعت کے لیے آیا تھا تو مسلمانون کی حقیقی تاریخ کا لقب اسی شاخ کو دیا جاسکتا ہے،

اُسوۂ صحابیات

مصنفہ

مولانا عبدالسلام ندوی

اس کتاب مین ازواج مطہرات، بنات طیبات، اور اکابر صحابیات کے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور علمی کارنامے درج کیے گئے ہین اس حیثیت سے وہ عورتون اور لڑکیون کے درس و مطالعہ کیلئے نہایت مفید ہے، قیمت عہ رہے، اور منیجر مسلم پرنٹنگ پریس اعظم گڈھ سے مل سکتی ہے،

مُترجمات

معرکۂ علم و مذہب

نوشتہ:

مترجمہ: مولوی خواجہ عبدالواجد صاحب ندوی پروفیسر مشن کالج کانپور

ڈریپر کی مشہور کتاب "معرکۂ مذہب و سائنس" کے نام سے ہماری زبان مین منتقل ہو چکی ہے، استاذ مرحوم نے اسلامی حیثیت سے **الندوہ** مین اُس پر ریویو لکھا تھا، لیکن ضرورت تھی کہ اس کے نظریات پر تحقیقات جدیدہ کی روشنی پر نظر ڈالی جاتی، ابھی حال مین مسٹر تھامسن ڈن نے انگریزی کے مشہور مذہبی و فلسفیانہ رسالہ "کوئسٹ" (ماہ اپریل ۱۹۲۳ء) مین اسی حیثیت سے اس پر ایک مفصل تبصرہ لکھا ہے،

شاید ہندوستان کا حلقۂ علم و نظر ہمارے دوست مولوی خواجہ عبدالواجد صاحب ندوی (سابق سب اڈیٹر الہلال والبلاغ کلکتہ) کا نام انکی غیر متوقع لیکن مستقل خاموشی کی بنا پر ذہن سے بھلا چکا ہو، حالانکہ اون کے مضامین و نگارشات انکی دیرپا یادگے اب بھی ضامن ہین، عربیت کے کمال کے ساتھ اونکی انگریزی دانی اور فلسفۂ جدیدہ کے ساتھ ان کی خاص مناسبت طبع ہماری زبان کے نشو و نما مین بہت کچھ مفید اضافہ کی توقع دلاتی تھی، مگر چند سال سے ان کے مطالعہ اور استفادۂ علم کا ذوق ان کے انتشار اور افادۂ علم کے ذوق پر غالب آگیا ہے،

چند مہینے ہوئے کہ وہ پھر ہی مین دارالمصنفین کے اپنے قدیم احباب سے ملنے چلے آئے، لیکن اس احاطہ کی آب و ہوا کے خواص سے ان کو واقفیت نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی دو دن کے بعد قلم دوات سے پرانے ٹوٹے ہوئے عہد محبت کی تجدید پر وہ مجبور ہو گئے، اور معرکۂ مذہب و سائنس پر تبصرہ

مذکور کو اونھون نے اردو کا لباس پہنایا، ترجمہ کی خوبی اور اصطلاحات کی موزونیت، انکی استعداد
وقابلیت کی خود نقیب ہے، اس لیے مدیر کے قلم کو کچھ زیادہ اونکے تعارف کی حاجت نہین،

ڈریپر نے اپنی مشہور و معروف کتاب مین علم و مذہب کی معرکہ آرائی کو علم وجہل یا روشن خیالی و توہم پرستی
کی معرکہ آرائی کی حیثیت سے پیش کیا ہے، چنانچہ اس نے تقریباً دو ہزار سال کی تاریخ پر تبصرہ کرکے پیشوایان مذہب کے
متعصبانہ عہد حکومت اور علم کے فیاضانہ دور فرمانروائی کا ایک موثر پیرایہ مین مقابلہ کیا ہے، اس مقابلہ کی
رو سے ایک نادانی، جرم اور سنگدلی کا دور ہے، دوسرا دانشمندی، آزادی اور خوشحالی کا زمانہ ہے، اور
علم کا عصائے سحرکار نوع انسانی کو پیشوایان مذہب کی غلامی سے آزاد کرکے جدید خیالات کی صاف و روشن
فضا مین لایا ہے، یہ بحث بظاہر ایسی معقول معلوم ہوتی ہے کہ جس زمانہ مین یہ کتاب شایع ہوئی تھی اُس
وقت یقیناً اس نے بہت سے لوگون کو اپنا ہم آہنگ بنالیا ہوگا،

لیکن جس موضوع پر ڈریپر نے قلم اٹھایا تھا اس کے متعلق اس زمانہ مین معلومات کا بہتر ذخیرہ موجود
نہ تھا، عہد ملکہ وکٹوریہ کے درمیانی زمانہ مین انسان اور انسانی تمدن کی قدامت کے متعلق جو رائے عام
طور پر قائم کی گئی تھی وہ اب تقریباً جاہلانہ معلوم ہوتی ہے، ایک طرف تو اہل کلیسا کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا کی عمر
چھ ہزار سال ہے، اور تقریباً تمام انسانی تہذیب کا آغاز ستر سو برس بعد حضرت نوح اور اونکی اولاد کے زمانہ
سے ہوا ہے، دوسری طرف اگرچہ ارباب علم کا یہ خیال تھا کہ بندر کے درجہ سے ترقی کرنے کے بعد انسان کو
ابتدائی وحشت کی منزل طے کرنے مین زیادہ وقت نہین لگا، لیکن تمدن کے زمانہ آغاز کے متعلق ان کا بھی
وہی خیال تھا جو اہل کلیسا کا تھا، اس لیے ڈریپر نے اس مسئلہ کے متعلق جو رائے قائم کی وہ قدرتاً اپنے زمانہ کی
عام رائے کے مطابق قائم کی چنانچہ اس نے یہ فرض کیا کہ

(۱) مجمع جستجوے حق لندن کے جلسہ منعقدہ اکتوبر ۱۹۲۲ء مین مسٹر ماسن بردن صاحب نے علم و مذہب
کی معرکہ آرائی کے متعلق ایک مضمون پڑھا تھا جس کا ترجمہ جزئی تصرف کے ساتھ درج ذیل ہے، ترجمہ مین

جہان جہان لفظ علم آیا ہے اس سے علم طبیعی (سائنس) ہے،

(۲) پچاس ہزار برس پہلے انسان کی حالت بندر کی سی تھی، اس درجہ سے ترقی کے بعد پینتیس ہزار برس
تک وحشت کی حالت رہی، وحشت کا دور ختم ہوا تو بربریت (نیم وحشت م) کا دور جو تقریباً دس ہزار
برس تک قائم رہا، اس کے بعد نسبتاً ترقی یافتہ نسلون نے تمدن کے میدان مین قدم رکھا، رفتہ رفتہ
توہم پرستی کے جنگل، خیال آرائی کے صحرا مین، اور بالآخر علم کے سبزہ زار تک پہنچین لیکن قدیم زمانہ مین
عام فہم کے بعض فوری، شدید مگر عارضی مظاہر کو دیکھکے سولھوین صدی عیسوی تک انسان کی قدیم
غلط اندیشیان قائم رہین یہان تک گلیلیو اور نیوٹن کی بدولت علم کا آفتاب طلوع ہوا اور اسکی روشنی
مین انسان نے اول مرتبہ ایک ذی عقل ہستی کی حیثیت سے اپنے مرتبہ کا دعویٰ کیا،

مگر یہ خیال مابعد کے اکتشافات اور مکمل تر معلومات کی بنا پر غلط ہے کیونکہ یہ اب پایہ ثبوت کو
پہنچ گیا ہے کہ اول تو انسان کے آباو اجداد بندر نہین، اس کے علاوہ موجودہ مغربی وضع کے انسان
کی عمر بھی کم از کم پانچ لاکھ سال ہے، لیکن صرف اتنا ہی، فن تحریر کے متعلق گو ایک زمانہ تک فرض کیا
جاتا رہا کہ اس کا ہومر کی دنیا کو علم نہ تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ زمانہ تاریخ سے قبل اہل بابل، اہل مصر، یونانی
شیائی نسل کے وحشیون کے اسلاف بلکہ شاید قدیم دور حجری کے انسان بھی اس فن سے واقف تھے،
علی ہذا دوآبہ دجلہ و فرات، وادی نیل و نیز دیگر مقامات مین آثار قدیمہ کی تحقیقات سے یہ امر بھی ثابت ہوگیا ہے
کہ ڈریپر اور اس کے ہمعصر جس زمانہ کو تمدن کا زمانہ آغاز سمجھتے ہین اس سے بہت قبل سب سے شاندار تمدن
پیدا ہوئے، اوج ترقی تک پہنچے اور اس کے بعد ایسے مٹے کہ طاق نسیان کے نقش و نگار ہوگئے، غرض
عہد ملکہ وکٹوریہ کے ارباب فکر تو یہ سمجھتے تھے کہ گریلا نام بندر سے لے کے مغربی وضع کے انسانون تک
نوع انسانی نے بخط مستقیم ترقی کی ہے لیکن ہمین یہ نظر آتا ہے کہ اس راستہ مین پیچ وخم کا ایک وسیع سلسلہ
ہے جو درمیانی نشیب و فراز سے گذرتا ہوا انیسوین صدی عیسوی مین اپنے ارتقا کی بلند ترین منزل

تک پہنچتا ہے۔

علم و مذہب کی معرکہ آرائی مین ایک پہلو ایسا ہے جسے اگرچہ ڈریپر نے نظم انداز کر دیا ہے، لیکن یہ علم الاقوام کے نقطۂ نظر سے خاصا اہم ہے ہم یہ تسلیم کیے لیتے ہین کہ تمام علوم زمانۂ حال کی ایجاد ہین لیکن انکے مقابلہ مین مذہب یقیناً زمانۂ قدیم کی ایجاد ہے، بیشک کیمیا، علم الحیات، اعلیٰ ریاضیات وغیرہ حال ہی مین پیدا ہوئے ہین مگر ہندوستان، چین، عراق، مصر، وغیرہ قدیم ممالک مین مذہب کا سراغ آغاز تاریخ سے بہت پہلے ملتا ہے، نسبتاً جدید مذاہب مین بھی یہودیت کی عمر ۳۵۰۰، بدھ مت کی ۲۵۰۰، عیسائیت کی ۲۰۰۰ اور دنیا کے جدید ترین مذہب، اسلام، کی ۱۳۰۰ سال ہے، ہجرت کے بعد سے ایک مذہب، بلکہ ایک مذہبی نظریہ یا انکشاف بھی ایسا پیدا نہ ہو سکا جو اس نام کا بجا طور پر مستحق ہوتا، اس میدان مین جدید دنیا کا صرف یہ کارنامہ ہے کہ اس نے یا تو قدیم مذاہب کی مضحکہ انگیز نقالی کی، یا ان کے بجائے ایسی چیزین پیش کین جن پر کسی نے سنجیدگی سے توجہ نہ کی، قدیم دنیا کو اگرچہ خود دو گاڑیون یا نفوذکن شعاعون کی خبر نہ تھی لیکن اس نے جو تمدن پیدا کیا وہ ادنیٰ درجہ کا نہین، اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ معنی مین علم انسانی ترقی کے لیے ناگزیر نہین، تیز یہ کہ آج جسے "علم صحیح" کہتے ہین اس کے یکسر عدم اور ایک اعلیٰ تمدن کے وجود کا اجتماع ممکن ہے، اس بنا پر ہمارا یہ شک بیجا نہین کہ علم (خود ستایانہ) دعوون کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیگئی ہے، تیس ہزار برس تک دخانی کل، غیر دستی کرگہ اور لاسلکی تار کے بغیر دنیا کا کام چلتا رہا، اسی زمانہ مین علمی دنیا کے تین سب سے بڑے کارنامے یعنی اظہار خیال کا ذریعہ، زبان، ایجاد، کاشتکاری کا طریقہ دریافت اور آگ کا استعمال شروع ہوا، اس کے علاوہ شاعری، ادب، فلسفہ، عمارت سازی اور سنگ تراشی مین ایسی ترقی ہوئی کہ آج اس سے گوئے سبقت لیجانے کی کوشش لاحاصل ہے، یہ تمام ایجادین استقرائی علوم کی مدد کے بغیر ہوئین مگر اس کے مقابلہ مین کیا ایک مثال بھی ایسی پیش کیجا سکتی ہے جس مین انسانی جمعیت عرصہ تک مذہب کی دستگیری کے بغیر قائم رہ سکی ہو؟ اس پہلو پر ڈریپر کی

نظر اس لیے نہ جا سکی کہ وہ مذہب کو توہم پرستی کے مرادف سمجھتا تھا، اور علم الاقوام اس وقت تک عہد طفلی مین تھا، چنانچہ اس زمانہ کے اور اہل نظر بھی مذہب کو انسانی اور اس تقریب سے علم و تمدن کی بنیاد تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے، بیشک اکابر علماء یعنی ہیگل یا شیلنگ کے سے جلیل القدر فلاسفہ، کو اس باب مین شک نہ تھا لیکن عہد ملکہ وکٹوریہ کے اہل قلم کو یقین تھا کہ فردیت (ایپڈم) سے وحشت تک صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے اس لیے قدرتاً یہ لوگ مذہب کو بہت ہی حال کی ایجاد سمجھتے تھے بلکہ ان لوگون کے (بے سرو پا یام) قصون کو باور کرتے تھے جو صرف مافوق الفطرت عقائد سے بے بہرہ نہ تھے بلکہ اپنے مافی الضمیر کے ادا کرنے سے بھی عاجز تھے، لیکن اب پھر وہی قدیم رائے صحیح تسلیم کی جاتی ہے (جس کے باطل ہونے کا قطعی فیصلہ کیا جا چکا تھا م:) جن اقوام کے حالات ہمین کچھ بھی معلوم ہین مثلاً اقوام مذکور وید، اہل مصر، اہل بابل، اہل پیرد، ان کے بالکل ابتدائی زمانہ مین بھی مذہب کا شدید جذبہ جلوہ گر نظر آتا ہے، رابرٹ اسمتھ نے بالکل ابتدائی زمانہ مین سامی جماعت کی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اسے پڑھکر یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس مرقع مین جو جماعت نظر آرہی ہے اسکی بنیاد مذہب پر ہے، یہی منظر آج بھی وحشی اقوام مین نظر آتا ہے، اس مسئلہ مین قدیم ملک کی موجودہ سب سے بڑی یادگار سر ج۔ گ، فرزیر صاحب ہین لیکن جناب موصوف تک یہ امر تسلیم کرتے ہین کہ معاشرتی نظامات کی سب سے زیادہ ترقی اسٹریلیا کے انہی حصون مین ہوئی جہان مذہب کے جراثیم موجود تھے، وادی نی اینڈرٹال (واقع پروشیام) کے باشندون کی حالت موجودہ وحشیون سے بدرجہا زیادہ پست تھی لیکن ان کے پس ماندہ آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد انسان کی روح باقی رہتی ہے، ان تمام حالات کی بنا پر ہم بے تکلف یہ کہہ سکتے ہین کہ مذہب بھی اسی زمانہ سے موجود ہے، جب سے انسانیت موجود ہے،

مذہب کے متعلق ایک زمانہ تک یہ خیال تھا کہ اس کا سرچشمہ خوف ہے لیکن اب یہ امر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ قدیم مذاہب کا محرک صرف خوف ہی نہین بلکہ محبت بھی ہے، وحشیون کے دیرینہ عقائد سے

گہری واقفیت حاصل کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی راسخ الاعتقاد عیسائیون کی طرح نظریۂ تنزل کے قائل ہین چنانچہ ان کا یہ خیال ہو کہ خدا ہمیشہ سے اپنے بندون پر مہربان ہے، لیکن بندون نے ایسی بد اعمالیان کین کہ آخر جلا وطن کیے گیے، اسی جلا وطنی کے زمانہ مین ان پر خبیث ارواح کا تسلط ہوا جن کے راضی رکھنے کی کوشش کرنا عین مقتضائے دانشمندی ہے، ٹیلر کے زمانہ مین عام طور پر لوگون کو یقین تھا کہ مذہب واخلاق کے سرچشمے مختلف اور یہ دونون اتفاقاً (نعوذ باللہ) بانیان مذاہب کی چالاکی سے موجودہ مذہب کی شکل مین متحد نظر آتے ہین لیکن اب اس غلط فہمی کا پردہ بھی چاک ہو گیا ہے، اور یہ امر عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ مذہب واخلاق کا تعلق غیر منفک ہو بلکہ درحقیقت اخلاقی قانون مین جواز و عدم جواز کی بنیاد یہی مذہب ہے،

مذکورہ بالا حالات کی بنا پر ٹیلر کو بھی ایسی سطحی النظری کا مجرم قرار دینا چاہئے جو اس کے زمانہ مین علمی مضامین پر خامہ فرسا مصنفین کی مابہ الامتیاز خصوصیت ہے اس کے دل مین یہ شک بھی نہ پیدا ہوا بلکہ نہ ہو سکا کہ مین جس چیز کی اس بے دردی سے دھجیان اڑا رہا ہون وہ کہین اس شے کا سنگ بنیاد تو نہین جس کی مین اس جوش سے قدر دانی کرنا چاہتا ہون کیونکہ اگر انسانی جمعیت کا مذہب کے بغیر بقا ر ممکن نہین تو علم کا بقا اور بھی ناممکن ہوگا مختصر یہ کہ انسان ہوائی جہاز، لاسلکی تار اور اعلیٰ ریاضیات سے دست بردار ہو سکتا ہے لیکن مذہبی عقائد اور اخلاقی دستور العمل کا سر رشتہ ہاتھ سے نہین چھوڑ سکتا ورنہ دفعتاً اسکی حالت کتون سے بدتر ہو جائے۔

علم و مذہب دونون انسان کی توجہ اپنی اپنی طرف منعطف کرنا چاہتے ہین، ان دو حریفون کی بعض مابہ الافتراق خصوصیات پر اگر ہم ایک نظر ڈال لین تو ان کی معرکہ آرائی اچھی طرح ہماری سمجھ مین آسکتی ہے، بعض خصوصیات تو بالکل ظاہر مثلاً مذہب ایک اخلاقی اور علم ایک غیر اخلاقی نظام ہے، مذہب کے نقطۂ نظر سے ضمیر اور حقوق العباد سب سے اہم ہین، لیکن علم کو، اگرچہ خود اس کا دار مدار صداقت

شعاری کے اخلاقی فرض پر ہے، اخلاق کی سر مو پروا نہین بلکہ بعض اس کے ایسے علمبردار جو فلسفہ و علوم طبیعی کے جامع ہین اور بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین، ان کے نزدیک اخلاق قدر و قیمت کا لحاظ حق محض کے حصول مین سنگ راہ ثابت ہوتا ہے، علم کا معیار کم اور مذہب کا معیار کیف ہے، علم ہر شے کی مو بمو پیمائش کرنا چاہتا ہے لیکن مذہب کو اسکی ذرا بھی پروا نہین، وہ یہ معلوم کرنا نہین چاہتا کہ الف ب سے بڑا ہے یا چھوٹا بلکہ یہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ الف ب سے بہتر ہے یا بدتر، علم مشاہدہ و استقرار سے کام لیتا ہو لیکن مذہب ان اصول کو انسان کی زندگی پر منطبق کرتا ہے جو اس کے خیال مین قلب انسانی مین ودیعت ہین، علم کو کائنات مین صرف ایک ارادہ و فہم سے معری قانون نظر آتا ہے لیکن مذہب یہ محسوس کرتا ہے کہ اس طلسم آرائی سے خالق کائنات کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے، علم انسان کی مجبوری کا قائل ہے مذہب اختیار کا، مذہب کے نزدیک انسان کا ارادہ سب سے بڑی چیز ہے، علم کے نزدیک دنیا کی ہر شے کسی نہ کسی گزشتہ سبب کا نتیجہ ہوتی ہے، علم کا تعلق حواس سے ہے مذہب کا باطنی اذعان سے، اسی لیے بسا اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محسوسات سے انکار کر رہا ہے، یہ آخری فرق ایسا اہم ہے کہ اس پر کسی قدر تفصیل سے غور کرنا چاہیے

علم کا دار مدار چونکہ تمامتر حواس کی شہادت پر ہے اس لیے اسے دوسرون کی سند سے نفرت ہو علم جن لوگون کو ماہر لقب دیتا ہے ان کی رائے کی بنیاد ایسی چیزون پر ہوتی ہے جو ہر تحقیق خواہ کو دستیاب ہو سکتی ہے ورنہ ان کی رائے کی ذرہ بھر وقعت نہ ہو لیکن مذہب کی حالت اس کے برعکس ہے، وہ محسوسات خارجی کی تصدیق کا محتاج نہین، اس کے عقائد کی بنیاد ایسے اشخاص کے اقوال پر ہوتی ہے جن کے متعلق مختلف اسباب کی بنا پر یہ فرض کیا جاتا ہو کہ ان کی رسائی اس منزل تک ہو چکی ہے جہان معمولی تشنہ لب تحقیق کا پہنچنا ناممکن ہے، اس کے پاس بانیان مذہب کے علاوہ کوئی بیرونی دلیل نہین ہوتی، اس لیے علم کے واسطے سند لازمی لیکن علم کے ساتھ اس کا جمع ہونا ناممکن ہے، اس موقع پر ایک عام غلط فہمی کا رفع کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو مذاہب الہامی کہلاتے ہین صرف انھی کی نہین بلکہ تمام مذاہب کی

بنیاد سند پر ہے اس لیے اگر ہم بعض بخیال نظریین کی طرح یہ فرض کرنا چاہتے ہین کہ مختلف مذاہب مین سے بعض یا سب عوام کے خیالات کا قدرتی ثمرہ ہین تو اس کے یہ معنی ہین کہ ہم مذہب کی حقیقت غلط سمجھ رہے ہین، خال خال صورتون کے علاوہ جو شخص مذہبی عقائد کا قائل ہوتا ہے وہ اونکی تعلیم کسی نہ کسی زندہ یا مردہ انسان سے حاصل کرتا ہے اور اپنے معلم کی سند پر وثوق رکھتا ہے، جن مذاہب کے تاریخی حالات معلوم ہین، ان کے متعلق بلا استثناء یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونکی بنیاد کسی شخص واحد کی سند پر ہے اس لیے ہم قیاس و تمثیل سے کام لین تو یہ کہہ سکتے ہین کہ جن مذاہب کے حالات معلوم نہین اونکی بھی کسی نہ کسی شخص کی سند پر بنیاد ہو گی۔ سرج،

گ، فریزر صاحب لکھتے ہین

"جن عظیم الشان مذہبی تحریکون نے انسانیت کی تہ تک مین جنبش پیدا کر دی ان کا آخری سرچشمہ عوام کا نادانستہ اور کورانہ اتحاد عمل نہین بلکہ غیر معمولی دماغون کی دانستہ اور غور و خوض کے بعد کوشش ہے" ان الفاظ مین عین حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے، البتہ نادانستہ اتحاد عمل اور دانستہ کوشش کا مقابلہ مغالطہ سے خالی نہین، دنیا کی کونسی بڑی یا چھوٹی مذہبی تحریک عوام کے نادانستہ اور کورانہ اتحاد عمل سے پیدا ہوئی ہے، تاریخ یا تجربہ اوسکی ایک مثال بھی پیش نہین کر سکتا۔ مذہبی پیشوا یا اخلاقی مصلح کا وجود ہر زمانہ مین ضروری ہے جس طرح کسی نظم یا تصویر کا وجود شاعر یا مصور کے وجود پر دلالت کرتا ہے اسی طرح مذہب خواہ وہ کیسا ہی معمولی ہو اس کا وجود بانی مذہب کے وجود پر دلالت کرتا ہے، بیشک بعض بانیان مذاہب کے نام امتداد زمانہ سے نسیاً منسیاً ہو گئے ہین لیکن جو شخص اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہتا ہے کہ ان مذاہب کا کوئی بانی نہین وہ غالباً ہم کو یہ بھی یقین دلانا چاہتا ہے کہ اشوری آثار مین پتھر کی چٹانون پر جو ابھری ہوئی تصویرین نظر آتی ہین یہ از خود بن گئی ہین کیونکہ ہمین ان سنگ تراشون کے نام معلوم نہین جنھون نے یہ تصویرین بنائی ہین، اخلاقی فرضیت کا خیال اگرچہ انسانی فطرت مین موجود ہے لیکن اخلاقی نصائح کو قبول عام اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ کسی مستند شخص سے سند قبول حاصل کر لیتی ہین اور

وحشت و تمدن دونون زمانون مین اونکی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے،

مذکورۂ بالا بیان سے ناظرین نے اندازہ کیا ہوگا کہ علم غیر اخلاقی اور جبریت پسند ہے، وہ ایک فہم و نظر سے معری قانون کا قائل ہے، اس کا دار و مدار حواس کی شہادت پر ہے، وہ ہر شے کو کمیت کے نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہتا ہے اس کا طریقۂ استدلال استقرا ہے، اسے سند سے نفرت ہے، اس کے مقابلہ مین مذہب اخلاقی اور قدریت پسند ہے، آفرینش عالم کا ایک مقصد سمجھتا ہے، اپنا دار و مدار شخصی اذعان پر رکھتا ہے حواس کی شہادت سے کام نہین لیتا، اپنے استدلال مین قیاس سے کام لیتا ہے (یعنی جزئیات کو کلیات سے مستنبط کرنا چاہتا ہے م) سند اوسکی جان ہے، مختصر یہ کہ مذہب شخصی اور علم غیر شخصی ہے اور قدرتاً یہی ہونا چاہیے کیونکہ ایک جسم سے بحث کرتا ہے، اور دوسرا روح سے لیکن اگر روح اور جسم کے بجائے اس سے عام تر الفاظ یعنی ذات اور ماحول استعمال کیے جائین تو یہ نکتہ واضح ہو جائے کہ مذہب و علم کی معرکہ آرائی دراصل مدرکات خارجی اور مدرکات ذہنی کی باہمی نزاع یا بقول فلاسفۂ ہند عالم کی انا اور غیر انا مین تقسیم کی ایک شکل ہے یہی بنیادی اختلاف ان تمام ما بہ الاختلاف امور کا سرچشمہ ہے جن پر گذشتہ صفحات مین تبصرہ کیا گیا ہے اور اسی کے تحت مین وہ امور بھی داخل ہین جنکا اب ہم ذکر کرنا چاہتے ہین،

اگر کسی شخص سے یہ کہا جائے کہ علم اور مذہب کا فرق نے البدیہہ بیان کرو تو وہ غالباً یہی کہیگا کہ ان مین سے ایک مقدس اور دوسرا غیر مقدس ہے، لیکن اوسکا یہ جواب بالکل صحیح ہے، تقدس واقعی مذہب کی خصوصیت ہے، دنیا مین کوئی شے نہین جو مذہبی ہو اور مقدس نہ ہو، تقدس کا دائرہ مذہب تک محدود نہین بلکہ یہ وصف ان چیزون۔ مثلاً سامان آرائش، لباس، ظروف، مین بھی پایا جاتا ہے جو مذہبی اعمال مین کام آتی ہین، لیکن علم تقدس کے نام سے ناآشنا ہے، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر شے کو تحلیل کر کے اس کے اصلی اجزا معلوم کیے جائین اور کیمیائی، غیر کیمیاوی ترکیب دریافت کر کے قوت و مادہ کی عام اصطلاحات مین بیان کیا جائے۔ اس لیے علمی تحقیقات مین تقدس کا لفظ بے معنی ہے کیونکہ اوسکا

نصب العین، اسرار فطرت کی مکمل اور علانیہ تشریح ہے بلکہ یہ جذبہ اس حد تک قوی ہے کہ زندگی بھی ان ارباب تحلیل کی سرگرم جستجو و تجسس کی گستاخ دستیون سے محفوظ نہین، مذہب و علم کے اس فرق سے ہم بخوبی واقف ہین، لیکن اسکی وجہ سے یہ نکتہ ایک حد تک ہم سے نظرانداز ہو جاتا ہے کہ تقدس کی طرح اخفار بھی مذہب کا ایک مابہ الامتیاز وصف ہے، اخفا اور تقدس مین بہت ہی قریب کا رشتہ ہے چنانچہ (انگریزی مین م) ان کے تلفظ کی طرح ان کے معانی مین بھی گہرا تعلق ہے، مذہب کے علاوہ اور کوئی شے ایسی نہین جس کی فطرت مین اخفا کی شان موجود ہو، مذہب ایک ایسا گہرا راز ہے کہ اس پر بحث ممکن نہین یہ انسان کے سویدائے قلب کے اتنا قریب ہے کہ اوسکا بے نقاب ہو کے نظر کے سامنے آنا ناممکن ہے، اوسکی طرف زبان مبہم اشارے کر سکتی ہے لیکن صاف لب پر نہین لا سکتی، مذہب اس لیے راز ہے کہ یہ مقدس ہے، اگر اوسکا ایک وصف تشریف لیا جائے تو دوسرا بھی رخصت ہو جائے، روح انسانی کا اندرونی حصہ ہی اس کائنات کا حقیقی راز ہے، انسان خواہ تنزل کی پست سے پست منزل تک پہنچ گیا ہو اوسکی روح ہی دنیا کی وہ مقدس ترین درگاہ ہے جس مین اگر کوئی قدم رکھ سکتا ہے تو وہ خود ہی رکھ سکتا ہے، اگر کسی آلہ کے ذریعہ سے دل کی حالت معلوم کرنا ممکن ہو تو علوم طبیعی کے حامل اور اپنے خیالات کی بنیاد مدرکات خارجی پر رکھنے والے علمار اپنے قلب کو اس آلہ کا سرمشق بنانے کے لیے تیار نہ ہون... لیکن بااین ہمہ علم کو اخفا سے نفرت ہے، تقدس اس کے نزدیک بے معنی اور اخفا اس کے نزدیک نفرت انگیز ہے، وہ اپنا تعلق صرف انھی چیزون سے رکھنا چاہتا ہے جو منظر عام پر لائی جا سکتی ہین، لیکن مذہب کی حالت اس کے برعکس ہے، اس مین غور و فکر سے زیادہ احساس کی ضرورت ہے، اخفا اس کے لیے لازمی ہے، اس کا یہ حکم ہے کہ جب "تمھین نماز پڑھنا ہو تو اپنے کمرہ مین چلے جاؤ دروازے بند کر لو اور اپنے اس خدا سے دعا مانگو جو پوشیدہ ہے"۔ یہ وہ ضرورت ہے جسے طفل مکتب بھی محسوس کرتا ہے اسی لیے وہ مدرسہ کی خوابگاہ مین سب کے سامنے نماز پڑھنے سے جھجکتا ہے،

(ربانی)

تلخیص و تبصرہ

"اسلامی کپڑے"

اسلامی حکمرانون نے صنعت و حرفت کی طرف خاص توجہ کی تھی، ہم اب تک جانتے تھے کہ ہندوستان ہی کو اپنے کپڑون پر ناز تھا، لیکن برطانوی عجائب خانہ مین بعض ایسے کپڑے کے ٹکڑے موجود ہین، جو اعلیٰ عرب صناعی کا بہترین نمونہ ہین، آج ہم ان مین سے بعض صنعتون کو تاریخ کی روشنی مین پیش کرتے ہین:

پارچہ نمبر ۱۲۲ یہ ایک ریشمی کپڑا ہے، جو سیاہ، ارغوانی اور بنفشی رنگ کے تاگون سے بنایا گیا ہے، اس مین تین دھاریان ہین، بیچ کی دھاری مین ایک تصویر بنائی گئی ہے جس مین ایک شیر ایک ہرن کو درخت کے قریب پکڑے ہے، باقی دو دھاریون مین عربی عبارتین ہین، یہ تصویرین اور عبارتین پوری لمبائی مین دہرائی گئی ہین، یہ ٹکڑا شاید کسی عمامہ، یا ردا کا ہے، سنہ ۱۹۲۱ء مین لفٹنٹ کرنل آر، جی، گیرانڈرسن نے عجائب خانہ کو پیش کیا تھا، عبارت کے الفاظ یہ ہین،

"عز لمولانا السلطان الملک الناصر"

مصری سلاطین مین سے جنھون نے الناصر کا لقب اختیار کیا صلاح الدین یوسف (سنہ ۱۱۹۳-۱۱۶۹ء) اور مملوکی ملوک محمد بن قلاوُن (سنہ ۱۳۴۱-۱۲۹۳ء) احمد (سنہ ۱۳۴۲ء) حسن (سنہ ۱۳۶۱-۱۳۴۷ء) فرج (سنہ ۱۴۱۲-۱۳۹۹ء) اور محمد بن قلاوُن بائع (سنہ ۱۴۹۶ء) تھے، چونکہ یہ کپڑا مصر مین ملا ہے، اس لیے اگر ہم اس کو ان مین سے کسی ایک کے عہد کی طرف منسوب کرین تو شاید غلط ہوگا، مسٹر کنڈک کا خیال ہے کہ اس کپڑے کی وضع، سلطان محمد بن قلاوُن کے عہد کے کپڑون سے بہت متشابہ ہے، مملوک سلاطین مین

یہ مشہور تھا، اور دوسری چیزون پر بھی اس کا نام ملتا ہے، اس کے علاوہ دو ٹکڑے اس قسم کے اور ہین، ان مین سے ایک برطانوی عجائب خانہ مین اور ہین، جن پر "الناصر" بنا ہوا ہے، یہ ٹکڑے بھی مصر ہی مین اسیوط کے قریب ملے تھے اور ان پر اس کا پورا نام لکھا ہے، دوسرا ٹکڑا سینٹ میری چرچ، ڈننگ مین ہے، اس مین بھی "الناصر" ایک چڑیا کے بازو پر بنا ہوا ہے،

اسلامی کپڑون مین عبارت کے بعد عموماً تاریخ نہین بنی جاتی، لیکن برس مین ایک کپڑا ایسا ہے جس مین تاریخ بھی موجود ہے، اس کی عبارت یہ ہے،

۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲ ثمن و اربعین و اربعمایة

عبارت نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کپڑا ۴۴۸ھ کا بنا ہوا ہے، یہ سنہ ۱۰۵۶ء کے مطابق ہے، یہ سال فاطمی خلیفہ المستنصر کے ایام حکومت مین سے ہے،

(جرنل ایشیاٹک سوسائٹی)

فتوح مصر مصنفہ ابن عبدالحکم

اخبار علمیہ کے سلسلہ مین اس کتاب کی طباعت واشاعت کا ذکر آچکا ہے، آج ہم اس کا مفصل ریویو جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ مین شایع ہوا ہے ہدیۂ ناظرین کرتے ہین،

کتاب ۳۶۹ صفحات پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ ۶۵ صفحہ کا مقدمہ ہے، چارلس سی ٹوری نے اس کو اڈٹ اور ایل یونیورسٹی پریس نے شایع کیا ہے،

"ابن عبدالحکم ایک مصری عرب تھا، اس کی تصنیف جو نوین صدی عیسوی مین لکھی گئی تھی اور اب مکمل طور سے شایع ہوئی ہے، عرب تاریخ کے ان قدیم اجزا مین ہے، جو ہم تک پہنچے ہین، کتاب کا موضوع اس کے نام سے وسیع تر ہے، حتی کہ اس مین ان اصحاب کرام کا تذکرہ

بھی ہے جو مصر مین داخل ہوئے تھے، کتاب تقریباً تمامتر احادیث وروایات پر مشتمل ہے، تاریخ فتوحات، عرب کے لحاظ سے عموماً اور فتح مصر کے لحاظ سے خصوصاً یہ کتاب بہت وقیع ہے کہ اس مین وہ تمام روایات جو عربون کے تسخیر ملک سے متعلق ہین، ملتی ہین، مقامی تاریخ کی حیثیت سے بھی جو تفصیل اس مین ہے وہ کسی دوسری کتاب مین نہین، اس کی قدامت اگرچہ اس کے صحت کی دلیل ہے، تاہم بعض روایات افسانہ، بعض ضعیف اور بعض غلط ہین، کتاب کی ترتیب وطرز بیان بھی کچھ ایسا اچھا نہین ہے اور آدمی گھبرا جاتا ہے، چاہئے تھا کہ جو کچھ حالات ملے تھے وہ اس سے بہتر طریقہ سے لکھے جاتے، اس کمی کی وجہ سے تاریخ کا اصل مقصد ایک حد تک فوت ہو جاتا ہے، پھر بایں ہمہ یہ ایک اہم منبع تاریخ ہے،

پروفیسر ٹوری نے اس کا بہت اچھا اڈیشن شایع کیا ہے، اصل کتاب مختلف قلمی نسخون سے جن مین سے ایک خاص طور سے بہتر ہے، ترتیب دی گئی ہے، اس اہم کام مین جو مشکلات پیش آئی ہین ان کو نہایت ہی قابلیت سے حل کیا گیا ہے، پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر احتیاط و دقت نظری سے کام لیا گیا ہے، غلطیان شاذ ہی ہین، اس مین ایک مقدمہ اور تشریح طلب الفاظ کے ضمیمہ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے،

عالم ملکوت

دی ریویو آف ریلیجنز کا ایک فاضل نامہ نگار لکھتا ہے کہ فرشتون کے وجود، اونکی تخلیق اور اونکی عبادت کا علم ایک مشکل فن ہے، دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب نے اس کی طرف توجہ کی ہے، زردشتی برہمن، یہود، عیسائی اور مسلمان سب کے سب اس کے متعلق ایک خاص عقیدہ رکھتے ہین، اسلام نے اس موضوع کو زردشتی مذہب سے بہتر بیان کیا ہے کہ دوسرے مذاہب مین یہی سب سے زیادہ اس جانب مائل ہے، ہندوؤن نے اس کو دیوتا پرستی کی صورت دے رکھی ہے، زردشتی بعض مواقع پر غلطی کر گئے ہین، اور عیسائیون مین اختلاف ہے، ایک فرقہ کا خیال ہے کہ اونکی عبادت بھی کرنی چاہئے اور دوسرا

اس کا مخالف ہے،

"اُن کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بھی انسان کی طرح خداوند تعالیٰ کی مخلوق ہین، لیکن بعض آدمیون کا خیال ہے کہ اگرچہ اللہ پاک نے فرشتونکو مختلف فرائض کے انجام دینے کے لیے مقرر کیا ہے، تاہم وہ خدا ہی سے ملے ہوئے اور اس سے الگ نہین ہین، اسی عقیدہ نے اون کو فرشتون کی پرستش پر آمادہ کر دیا ہے، مثلاً ہندؤن کا عقیدہ ہے کہ چاند، سورج، اور ستارون کے مختلف فرشتے ہین، جو اونکی حرکات پر نظر رکھتے ہین، پس اونھون نے ان چیزون کی اور ان کے ساتھ ان کے فرشتون کی عبادت شروع کر دی، لیکن اسلام مین ایسا نہین ہے، وہ سکھاتا ہے کہ فرشتے خدا کی مخلوق ہین، قرآن کہتا ہے کہ "کیا ہم نے فرشتون کو عورت بنایا ہے حالانکہ وہ اس کے شاہد تھے" اس طرح خدا اور فرشتون کے ایک ہونے سے انکار کیا گیا ہے،

فرشتون کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اون مین جنس نہین ہے، نہ تو وہ مذکر ہین اور نہ مؤنث کیونکہ وہ نور سے پیدا کیے گیے ہین، ایک جگہ ہم قرآن مین پڑھتے ہین، "اور تم فرشتون کو مؤنث کہتے ہو؟" قرآن شریف ہم کو بتاتا ہے کہ فرشتون کے بھی مدارج ہوتے ہین، (۱) یہ وہ فرشتے ہین جو صفات الٰہی کو دنیا مین ظاہر کرتے ہین اور اس لیے اول درجے پر ہین، (۲) ان فرشتون کے مددگار، اور قربت خداوندی سے سرفراز ہین (۳) یہ وہ فرشتے ہین جو ہر ذرہ کی خصوصیت کے اظہار کے ذمہ دار ہوتے ہین وہ لاتعداد ہین کیونکہ دنیا کی مخلوق بھی بے شمار ہے، قرآن کہتا ہے "کوئی نہین، بلکہ صرف خداوند تعالیٰ اپنی مخلوقات کی تعداد جانتا ہے"،

انسان کے برخلاف، فرشتے فطرتاً نیک معلوم ہوتے ہین اور ان مین برائی کی کوئی قوت نہین ہوتی، لیکن وہ مطیع و فرمانبردار ہوتے ہین اور اپنے خالق و مالک کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہین، قرآن کہتا ہے "کہ وہ اپنے مالک کی نافرمانی نہین کرتے، بلکہ ان کو جس بات کا حکم دیا جاتا ہے، اُسے بجالاتے ہین"

علوم مشرقیہ کی تاریخ

جرمنی مین

دمشق کے عربی رسالہ "مجمع العلمی العربی" نے موجودہ یورپین مستشرقین کے پاس خطوط لکھے تھے کہ وہ اپنے اپنے ملک مین عربی زبان و ادبیات کی تعلیم واشاعت کی تاریخ لکھکر بھیجین اس سلسلہ مین جرمن پروفیسر بروکلمان نے جرمنی مین علوم عربیہ کی تعلیم واشاعت کی تاریخ لکھکر بھیجی ہے جو رسالہ مذکور نے رجب ۱۳۴۱ھ کے پرچہ مین شایع کیا ہے پروفیسر موصوف لکھتے ہین:

جرمنی مین عربی تعلیم کی حقیقی ابتدا اونیسوین صدی سے ہوئی، اگرچہ اس صدی سے پہلے بھی جرمن مدارس مین عربی کی تعلیم ہوتی تھی، لیکن موجودہ طرز پر تعلیم نہین دیجاتی تھی بلکہ عبرانی کتابون کی تفسیر اوسکا اصلی مقصد تھا، اگرچہ اٹھارہوین صدی مین بعض مدرسین نے جن مین یوحنا یعقوب رلیسکہ المتوفی ۱۷۷۴ء اور ادلاف غوستاف مدرس مدرسہ روستوفیہ زیادہ مشہور ہین، علوم عربیہ کی ابتدا عمدہ طریقہ پر کی تھی، تاہم اس زمانہ مین جرمنی نے مشرقی معاملات کے متعلق کوئی نمایان شہرت حاصل نہین کی، البتہ آسٹرین لوگ سلطنت عثمانیہ کے ساتھ تجارتی اور سیاسی تعلقات رکھتے تھے اور اس تقریب سے وائنا مین ترکی تعلیم نے ترقی حاصل کی اور علامہ وان ہامر المتوفی ۱۸۵۶ء نے اس کی تجدید کی، وہ علوم عربیہ کا بھی ذوق رکھتا تھا، اور اُنکی تاریخ مین ایک عظیم الشان کتاب بھی شایع کی، لیکن چونکہ وہ عربیت کا ماہر نہ تھا اس لیے وہ اس کتاب کو اُس کے اصلی درجہ تک نہ پہنچا سکا،

اونیسوین صدی کی ابتدا مین علامہ سلفستری ساسی جو یورپ مین عربی تعلیم بالخصوص صرف ونحو کا مجدد خیال کیا جاتا ہے پیرس کے مدرسۂ مشرقیہ مین عربی علوم کی تعلیم دیتا تھا اس لیے بعض جرمن طلبا نے بھی جن مین ہانیرخ میرخت فلیشر (۱۸۰۱ء۔۱۸۸۸ء) اور ہانیرخ ایفلد (۱۸۰۳ء۔۱۸۷۵ء) بھی شامل

نے پیرس کا رخ کیا، اور یہی دونون جرمن عربی جدید کے بانی قرار پائے، ان مین اول الذکر لیبزگ مین لغات مشرقیہ کا مدرس ہوگیا اور آخرالذکر نے گوٹنگن مین یہی خدمت انجام دی، اور دونون نے متعدد عربی کتابین لکھین اور بعض عربی کتابون کو اڈیٹ کیا اس کے بعد جمعیۃ الشرقیۃ الالمانیہ کی بنیاد ڈالی گئی اور اس نے اپنا مشہور رسالہ جاری کیا اور عربی کی بہت سی نادرالوجود کتابین شایع کین،

مشرقی زبانون کے طلبہ نے گوتجن اور لیبزگ کا رخ کیا اور الیفلد کے تلامذہ مین نولدیکی نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی اور اس نے تاریخ قرآن پر ایک کتاب لکھی، بعض شعرائے جاہلیت کے دواوین کی تصحیح کی تاریخ طبری کا جو ٹکڑا دولت ساسانیہ سے تعلق رکھتا ہے اوس کا ترجمہ کیا اور سامی بالخصوص سریانی زبان مین متعدد کتابین تالیف کین۔

نولدیکی کے تلامذہ مین دو شخص یعنی اڈورڈ سخاو، اور بروکلمن زیادہ مشہور ہوئے، اور ان مین سخاو نے برلن مین مدرسہ شرقیہ کو قائم کیا اور بروکلمن نے آداب عربیہ کی تاریخ لکھی اور ابن قتیبہ کی عیون الاخبار کو شایع کیا، وہ برلن کے مدرسہ مین سخاو کا جانشین بھی ہوا اور ان کے علاوہ جرمنی مین اور بھی بہت سے مستشرق پیدا ہوگئے،

الیفلد کے مشہور تلامذہ مین ولہاسن (۱۸۴۴ - ۱۹۱۸) بھی ہے، جو گوٹنجن کے مدرسہ مین اس کا جانشین ہوا اور متعدد کتابین لکھین، الیفلد کے تلامذہ اور ان تلامذہ کے تلامذہ کا مطمح نظر عرب کی تاریخ، عرب کے مذہب اور عربی آداب کی تنقید تھی، لیکن فلیشر اور اوس کے تلامذہ نے نحو عربی اور تنقید لغت کو خاص طور پر پیش نظر رکھا تھا، فلیشر کے مشہور تلامذہ مین علامہ توربکہ (۱۸۳۶ - ۱۸۹۰) ہے جس نے حریری کی کتاب درۃ الغواص کو شایع کیا ان کے علاوہ اوغوست مولر (۱۸۲۸-۱۸۹۵) مورخ دول اسلامیہ اور بہت سے مشہور مستشرق ہین،

جرمنی مین الیفلد اور فلیشر کے علاوہ دی سامی کے اور بھی بہت سے تلامذہ ہین، جن مین غوستاف فلوغل (۱۸۰۲ - ۱۸۷۰) اور ولیلم آمورڈ (۱۸۳۰-۱۹۰۲) بھی شامل ہین، ان مین فلوغل نے حاجی

خلیفہ کی کتاب کشف الظنون اور فہرست ابن الندیم شایع کی ہے، اور تاریخ آداب عربیہ مین بکثرت رسائل لکھے ہین، ولیلم آمورڈ نے شعراء ستہ کے دواوین، اصمعیات عجاج اور روبہ وغیرہ کے دواوین کی تصحیح کی ہے، اور اس عظیم الشان جلدون مین کتب خانہ برلن کی عربی کتابون کی فہرست لکھی ہے اس طرح تمام جرمن مدارس مین عربی علوم عام طور پر پھیل گیے، اور عظیم الشان ترقی حاصل کی، چنانچہ ۱۲ سال سے مجلۃ الجمعیۃ الشرقیۃ الالمانیہ کے علاوہ خاص طور پر تاریخ اسلام کے متعلق ایک رسالہ نکل رہا ہے، اور اس کے بانی کارل ماینرخ بیکر ہین جو اس وقت برلن کی وزارت تعلیم کے سکرٹری ہین،

اخبار علمیّة

انگلستان مین دنیا کی سب سے بڑی تحت البحر کشتی بن رہی ہے، اس مین ایک ۱۲ انچ کی توپ ہوگی یہ کشتی نہایت آسانی سے بم اندازی کرکے پانی کے نیچے ہو رہیگی، اپنی رفتار اور قوت کے لحاظ سے وہ دنیا کے ہر بڑے جہاز سے زیادہ بہتر و طاقتور ہوگی،

جرمنی نے اتحادیون کو ۲۲ئ کے اختتام تک جو رقم بطور تاوان جنگ ادا کی ہے، اس کے اعداد مجلسِ تاوان نے شایع کیے ہین،

اس وقت تک کل ادا کردہ رقم کی تعداد ۲۵۹۲۰۰۰۰ پونڈ ہے اس مین سے ۹۲۹۰۰۰۰ پونڈ نقد ہین اور ۱۶۶۳۰۰۰۰ پونڈ بصورت اشیاء

اس مین سے ۱۹۶۱۰۰۰۰ پونڈ کی رقم، اتحادیون نے کوئلہ کے لیے جو پیشگی دی تھی اس مین اور ۱۲۲۴۰۰۰۰ پونڈ اتحادی افواج کے خرچ قیام کے مدین وضع کرلی، باقی رقم مین ۵۶۹۰۰۰۰ پونڈ برطانیہ ۱۴۵۰۰۰۰۰ فرانس اور ۲۲۲۷۰۰۰۰ پونڈ بلجیم کے ہاتھ آئے۔

کپتان سی، ایچ، تھامسن نے حال ہی مین میمی، فلوریڈا کے جنوب مین ایک عظیم الجثہ اور عجیب الخلقت مچھلی شکار کی ہے، اس قسم کی کوئی مچھلی اب تک دیکھی نہین گئی تھی، ذیل کے اعداد سے آپ اس مچھلی کا کچھ تصور کرسکینگے،

لمبائی ۴۵ فٹ،

وزن ۱۵ ٹن یا ۳۳۶۰۰ پونڈ،

دورہ ۸ فٹ ۳ انچ

گولائی ۲۳ فٹ ۱۹ انچ،

منھ ۳۸ انچ چوڑا اور ۴۳ انچ گہرا، زبان ۱۴۰ انچ لانبی اور ہزارون دانت،

کھال ۳ انچ موٹی،

جس وقت اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو اس مین ۴۰۰ پونڈ کی ایک اور ۱۵۰۰ پونڈ کی ایک مچھلی نکلی، اس کے علاوہ ۵۰۰ پونڈ مونگے بھی تھے،

مغربی اسٹریلیا مین ایک بڑا موتی ملا ہے، جو ۲۰۲ اگرین ہے، اس کی قیمت ۱۲۰۰۰ پونڈ ہے، اس وقت سب سے بڑے موتی کا وزن ۱۰۱ اگرین تھا اور اس کی قیمت ۱۰۰۰۰ پونڈ تھی،

صرف حلقۂ لندن کے مدارس نے اسپتالون کے لیے ۵۷۰۰ پونڈ چندہ دیا ہے،

انگلستان کی مجلس اوقاف ۱۵۰۰۰ اوقاف کا انتظام کرتی ہے ان اوقاف کی سالیت تقریباً ۱۶۸۶۰۰۰۰ پونڈ ہے،

فرانس کے ایک ماہر نے ہوائی جہاز کو قابو مین رکھنے کا جو پرزہ ایجاد کیا تھا، اس کے صلہ مین اوسے مختلف کمپنیون سے ۱۸۷۷۵ پونڈ اور حکومت سے ۲۴۵۰۰ پونڈ ملے ہین،

فرانس زراعت مین جس سرعت سے ترقی کر رہا ہے، اس کا حال یہ ہے، سنہ ۱۹۱۸ء کی بہ نسبت ۱۲۵۰۰۰ مویشی بڑھ گئے ہین، اس وقت ۱۲۰۰۰۰ سور، ۹۰۰۰۰ بھیڑ اور ۴۰۰۰۰ گھوڑے زیادہ ہین،

مسز سٹرنز کے تین بچے ایک ساتھ پیدا ہوئے ہین، ان مین سے دو لڑکیان اور ایک لڑکا، اسی خاتون کو ۲ سال قبل دو توام لڑکے پیدا ہو چکے ہین،

لندن مین ایک ہوٹل تیار ہو رہا ہے جو سال بھر مین ۱۰۰۰۰۰۰ آدمیون کو کھانا کھلائیگا، اس مین بیک وقت ۴۵۰۰ آدمی اپنی بھوک و پیاس دور کر سکینگے، ان مہمانون کی خدمت کے لیے ۹۰۰ خادم ہر وقت حاضر رہینگی،

سنہ ۱۹۲۲ء مین عورتون نے اپنی ایجادات کو محفوظ کرانے کے لیے ۴۰۶ درخواستین دین، گذشتہ سال اونکی تعداد صرف ۲۹ تھی،

سنہ ۲۲ء مین انگلستان و ویلز مین شراب کے ۲۲۳۴۳۸۹ پیسے خرچ ہوئے،

گذشتہ جون مین، لندن مین مطبوعہ کتابون کی ایک نمائش ہوئی تھی، اس مین سینکڑون قسمون کی طباعت کے نمونے رکھے گئے تھے،

انگلستان کے ۳۱ مختصر فسانہ نویسون نے "بہترین فسانہ" کے نام سے ایک مجموعہ شایع کیا ہے

اس مین ہر قصہ نویس نے اپنا بہترین قصہ پیش کیا ہی،

برلن سے ڈاکٹر کاہن وینر نے ایک کتاب ۵۰۴ صفحات اور ۲۰۰ تصاویر کی شایع کی ہے، اس مین مصر قدیم، بابل، ایران، اسلام، چین اور جاپان کے حالات ہین،

کیمبرج یونیورسٹی سے ایک تاریخی رسالہ عنقریب شایع ہوگا، اس کا مقصد، یونیورسٹی کی تاریخی کوششون کو پبلک کے سامنے پیش کرنا ہے، اس کے اڈیٹر تاریخ جدید کے پروفیسر مسٹر ایچ، ڈبلو، وی ٹیمپرلی ہونگے، رسالہ ابھی سالانہ ہوگا، اس کی قیمت ۷ شلنگ ہوگی،

اسی یونیورسٹی نے اپنی برطانیہ کی خارجی تاریخ کے سلسلہ کی دوسری کڑی جو سنہ ۱۸۱۵-۶۶ء کے حالات پر مشتمل ہو، شایع کی ہے، سر اے، ڈبلو وارڈ نے اسے اڈٹ کیا ہے،

جون کے آخری ہفتہ مین شاہی تعلیمی کانفرنس لندن مین منعقد ہوئی تھی، اس مین ابتدائی تعلیم کے تمام نئے طریقون کی نمائش کی گئی تھی اور نوآبادیات کے تقریباً ۶۰۰ ماہرین تعلیم اس مین شریک تھے،

گذشتہ مئی مین مدراس کے اخبارات نے ۱۲ سالہ لڑکے ماسٹر باروسے کی تصویر و حالات شایع کئے تھے، یہ لڑکا علم موسیقی مین غیر معمولی کمال رکھتا ہے، اور بیس سے زیادہ سازون کو استادانہ بجا سکتا ہے، اب اسٹیٹس مین نے سسلی کے ایک ۱۱ سالہ لڑکے کا حال لکھا ہے، جو اس وقت اس فن مین استاد تسلیم کیا جاتا ہے اور ماہرین اس کی فوق الفطرت ذہانت سے حیران ہین،

ادبیات

کلام شاد

حضرت شاد عظیم آبادی

موج پیمانۂ تقدیر ہے گیسو تیرا — طاقِ میخانۂ توحید ہے ابرو تیرا

مہک اٹھا چمنِ دہر کا تپہ تپہ — راز چھپنے نہین دیتی تری خوشبو تیرا

صفِ آخر مین ہون مین دلا صفائے قتل — خوف یہ ہے کہ بہکا جاتا ہے بازو تیرا

رک گئے کیون در جنت پہ بہشتی سارے — کھل گیا ہو نہ مہکتا ہوا گیسو تیرا

سجدۂ خم کی طرف سب کو جھکا دیتا ہے — اس مین بھی طاق ہے ساقی خم ابرو تیرا

منہ نکالے تو بھلا ماہ شب چار دہم — ماند کر دیگا چمکتا ہوا جگنو تیرا

جب نگہ ہوتی ہے گستاخ تری عاشق کی — منہ ترا دیکھ کے رہ جاتا ہے ابرو تیرا

نہ اگر دست حنائی کا اشارہ پائے — شانہ سلجھائے تو الجھا ہو گیسو تیرا

ٹھوکریان کھائیگا ساقی کہ سنبھل جاؤ مست — خون رلائیگا چھلکتا ہوا چلو تیرا

دل الجھتا ہے کہ کیونکر نکل آؤن منہ سے — ذکر سن لیتا ہے کانون سے جو ہر سو تیرا

کیسی وحشت نہ رہا ایک کے بھی ہوش بجا — چوکڑی بھول کے منہ تکتے ہین آہو تیرا

سر جواب تن پہ نہین مجکو سبکبار ہے — ٹل گیا بوجھ سلامت رہے بازو تیرا

سامنے خم ہے سمجھ بوجھ کے پینا اے مست — کوئی گرتے ہوئے پکڑیگا نہ بازو تیرا

کون ہوگا ترا غمخوار بتا بعد مرے — کون پونچھیگا ڈھلکتا ہوا آنسو تیرا

مانگنے کی نہ منگانے کی ضرورت اے مست — شکر کر جام خداداد ہے چلو تیرا

مین تو کیا چیز ہون نبیونکی جھکی ہے گردن — یار اعجاز سے بھی بڑھ گیا جادو تیرا

شاد کیا کیجئے دیکھا نہین جاتا مجھ سے

چہرہ اترا ہوا بہتا ہوا آنسو تیرا

پیام حسرت

وہ چپ ہو گیے مجھ سے کیا کہتے کہتے — کہ دل رہ گیا مدعا کہتے کہتے

مرا عشق بھی خود غرض ہو چلا ہے — ترے حسن کو بے وفا کہتے کہتے

شب غم کس آرام سے سو گئے ہم — فسانہ تری یاد کا کہتے کہتے

یہ کیا پڑ گئی خوئے دشنام تم کو — مجھے ناسزا برملا کہتے کہتے

خبر ان کو اب تک نہین مرمٹے ہم — دل زار کا ماجرا کہتے کہتے

عجب کیا جو ہے بدگمان سب سے واعظ — برا سنتے سنتے، برا کہتے کہتے

وہ آئے مگر آئے کس وقت حسرت — کہ ہم چل بسے مرحبا کہتے کہتے

حیاتِ ثابت

جناب سید یامین صاحب ہاشمی بی اے

رو کے ایک تارے نے یہ مجھ سے کہا وقت سحر — ہے بیاض صبح روشن مجھ کو تمہید سفر

اپنی ہستی کے لیے مین رات کا ممنون ہون — زندگی میری فنائے صبح پر ہے منحصر

وائے قسمت! میری کوئی مستقل ہستی نہین — زندگی ممنون شب اور موت ممنون سحر

وہ بھی کیا مرنا جو لطف غیر کا شرمندہ ہو

زندگی وہ کیا جو مرگ غیر پر ہو منحصر

مطبوعات جدیدہ

انتصار الاتراک جزء اول، یہ گذشتہ جنگ اتراک و یونان کی ایک تاریخ ہے جس کو عربی زبان میں مصر کے ایک عیسائی فاضل جناب "حنا عبنامطر" نے روزانہ اخبارات کے مضامین سے ترتیب دیکر شایع کیا ہے، اس میں جنگ اناطولیہ کے حالات اور ترکان احرار کے کارناموں کو نہایت صحت کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، موقع موقع سے تصویریں بھی دی گئی ہیں یہ حصہ صرف فتح قسطنطنیہ تک کے حالات اور دنیائے اسلام کی عام مسرت وابتہاج کا نقشہ پیش کرتا ہے، باقی حالات کے لئے دوسرے جز کا انتظار کرنا چاہئے جن لوگوں کو اس جنگ کی صحیح تاریخ معلوم کرنے کا شوق ہو اس کتاب کو ضرور منگائیں، لکھائی، چھپائی اور تصویریں عمدہ نہیں، خلافت کمیٹی بمبئی سے اسکی قیمت اور ملنے کا پتہ معلوم ہو سکے گا،

انتخاب صحاح ستہ یہ حدیث کی چھٹوں مستند کتابوں کی ۷۹۵ منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جس سے ہر مذہب وملت کے پیرو یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں، مولوی نیاز علی پنشنر اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس پنجاب نے اس کو ترتیب دیا ہے عربی متن کے ساتھ ان احادیث کا اردو ترجمہ بھی دیدیا گیا ہے، ۲۹۰ صفحہ کا ایک مقدمہ بھی شامل ہے جس میں آنحضرت صلعم کے مختصر حالات، اور حدیث اور ائمہ حدیث پر مختصر تبصرے کئے گئے ہیں، بعض مواقع پر ترجمہ اور تفسیر میں غلطیاں بھی ہیں، صحیح مسلم اور بخاری میں (ریاد سمعہ) یعنی ریاکاری اور شہرت طلبی کی مذمت میں ایک حدیث منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

من یسمع سمع اللہ بہ ومن یرائی یرائی اللہ بہ،	جو اپنے کارناموں کا آپ اعلان کرتا رہتا ہے، خدا اسکو بدنام کردیتا ہے اور جو اپنی خوبیاں دکھایا کرتا ہے خدا اسکے عیوب کو کھول دیتا ہے،

تسمیع سے مراد اپنے نیک کاموں کا ذکر کرنا اور "ریا" سے مراد لوگوں کو دکھانے کے لئے اور شہرت طلبی کی غرض سے نیک کام کرنا، مگر بعض شارحین کے نزدیک ریا سے مراد اپنی خوبیاں آپ ظاہر کرنا، اور تسمیع سے مراد اپنے معائب کا ذکر کرنا ہے لیکن جناب مولوی صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے،

"جو شخص کسی کے چھپے عیب لوگوں کو سنائے یا دکھائے اللہ تعالی اس کے چھپے عیب لوگوں کو سنائے اور دکھائے گا"

اس قسم کی معمولی لغزشوں کے علاوہ کتاب ہر طرح سے مفید ہے اور اردو خواں شائقین حدیث کے مطالعہ کے لائق ہے، قیمت عہ پتہ شیخ غلام علی تاجر کتب کشمیری بازار لاہور،

تعلیم القرآن، قرآن، آسان قاعدہ مصنفہ خواجہ حسن نظامی صاحب، کا دوسرا حصہ ہے جس میں لڑکے لڑکیوں کی تعلیم قرآن کی غرض سے چند ابواب کے ماتحت قرآن مجید کی آیتیں ترجمہ کے ساتھ درج کی گئی ہیں، اصل مقصود تو بچوں کو عربی الفاظ کا زبان پر رواں کرنا ہے تاکہ وہ قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکیں، لیکن مزید فائدہ کی غرض سے وہ آیتیں لی گئی ہیں جن میں، عقائد، عبادات، اور اخلاق کا بیان ہے، ہر آیت کے بعد اس کا ترجمہ کر دیا گیا ہے، قیمت ۸ر لکھائی چھپائی عمدہ پتہ کارخانہ حلقہ المشایخ دہلی،

چندن، ہندوستان کے افسانہ نویسوں میں منشی پریم چند کے بعد پنجاب میں جناب سدرشن کا نام لیا جاتا ہے یہ کتاب انہیں کے لکھے ہوئے چند افسانوں کا مجموعہ ہے، جس میں مختصر قصوں میں ہندوستانیوں کے بلند اخلاق دلچسپ انداز اور روزمرہ کے واقعات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے، یہ افسانہ بجائے خود سبق آموز، موثر، اور دل کش ہے، بیچ بیچ میں زبان کی خامیاں گراں گذرتی ہیں عبارت سادہ اور سلیس ہے، واقعات کا عام انتخاب بھی ستائش کے قابل ہے، تقطیع چھوٹی، جلد خوشنما،

آفتاب دمشق، مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی کا اس نام سے ایک نیا ناول شایع ہوا ہے، جسمیں خلافت راشدہ کے زمانہ کے مجاہدانہ کارناموں کو عشق و محبت کی داستان میں پیش کیا گیا ہے، یونس اور سلمونیہ اس ناول کے ہیرو ہیں، یونس یقیناً کوئی صحابی یا تابعی ہے، مگر وہ جس طریقہ سے اظہار عشق کرتا ہے اس میں تقدس کی بو تک نہیں آتی، یونس سلمونیہ سے پہلی مرتبہ ایک خفیہ مکان میں ملتا ہے، یہ صورت واقعہ اس عہد کے مقدس اخلاق کی غلط تصویر ہے، پہلی ہی ملاقات میں یونس اظہار عشق کرنے لگتا ہے فریضۂ تبلیغ سے بالکل غافل ہے، خلیفہ کا پیغام جس اچانک طریقہ سے اہل شام کی محفل عید کو درہم برہم کر دیتا ہے، اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا اصول تھا، "اسلام یا جنگ"، رومنس جس طریقہ سے اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر خالد سے ملتا ہے اس سے اسلام کی حقانیت ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ رومنس کی قومی غداری کا ثبوت ملتا ہے، دشمن نے ہر موقع پر صحابہ کو وحشی، غیر مہذب اور ناخدا ترس کہا کسی موقع پر کسی دشمن نے فضائلِ صحابہ کا اعتراف نہیں کیا نہ سارے قصہ میں ایسے واقعات ہیں جو ان کے اس الزام کو دفع کرتے ہوں، مولوی صاحب کو تر بجذبی کے ساتھ عشق ہے، مگر اس کے لئے صرف خودکشی کا ایک طریقہ ہر جگہ موزون نہیں ہے،

اصل یہ ہے کہ افسانہ نویسی کے بھی مختلف شعبے ہیں، مولوی صاحب موصوف، ہندوستان کی زنانہ معاشرت، بول، چال، رسوم ورواج اور اُن کے متعلق مصلحانہ خیالات کو ان کے مذاق کے مطابق خوب ادا کر سکتے ہیں، اس لئے اس کامیاب شعبہ فن کو چھوڑ کر کسی نئے انداز میں کامیابی مشق و مہارت چاہتی ہے، کتاب اچھی چھپی ہے، قیمت ۱۲؍ پتہ عبد الرشید اینڈ برادرس لوہاری دروازہ لاہور

جوئے شیر، خان بہادر حاجی حکیم عبد الرحیم صاحب نے اس کتاب میں دودھ کے استعمال کی مختلف طبی صورتیں یکجا کرائی ہیں، ان کا خیال ہے کہ دودھ چند ترکیبوں کے بدلنے سے مختلف امراض کا علاج ہے، قیمت ۴؍ پتہ عبد الرزاق تاجر کتب قادریہ بک ڈپو موچی بازار معسکر بنگلور،

مجلد دوازدہم | ماہ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۲۳ء | عدد چہارم

مضامین